سُوْرَةُ مَرْيَمَ

سُوْرَةُ مَرْيَمَ ۱۹ مَكِّيَّة	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○	اٰيَاتُهَا ۹۸ رُكُوْعَاتُهَا ۶
سورہ مریم مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی	شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے	اٹھانوے آیتیں ہیں اور چھ رکوع

كٓهٰيٰعٓصٓ ① ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ② اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ③ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ

یہ مذکور ہے تیرے رب کی رحمت[1] کا اپنے بندہ زکریا پر ف۱ جب پکارا اُس نے اپنے رب کو چھپی آواز سے ف۲ بولا اے میرے رب بوڑھی

وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ④ وَاِنِّيْ خِفْتُ

ہوگئیں میری ہڈیاں اور شعلہ نکلا[2] سر سے بڑھاپے کا ف۳ اور تجھ سے مانگ کر اے رب میں کبھی محروم نہیں رہا ف۴ اور میں ڈرتا ہوں

الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ⑤ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ

بھائی بندوں سے اپنے پیچھے ف۵ اور عورت میری بانجھ ہے سو بخش تو مجھ کو اپنے پاس سے ایک کام اٹھانیوالا جو میری جگہ بیٹھے اور یعقوب کی اولاد

يَعْقُوْبَ ۗ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ⑥ يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ

کی ف۶ اور کر اُس کو اے رب من چاہتا[3] ف۷ اے زکریا ہم تجھ کو خوشخبری سناتے ہیں ایک لڑکے کی جس کا نام ہے یحییٰ نہیں کیا ہم نے پہلے اس

قَبْلُ سَمِيًّا ⑦ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ

نام کا کوئی ف۸ بولا اے رب کہاں سے ہوگا مجھ کو[5] لڑکا اور میری عورت بانجھ ہے اور میں بوڑھا ہوگیا یہاں تک کہ اکڑ گیا[6]

عِتِيًّا ⑧ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ⑨

گیا ف۹ کہا یونہی ہوگا ف۱۰ فرمادیا تیرے رب نے وہ مجھ پر آسان ہے اور تجھ کو پیدا کیا میں نے پہلے سے اور نہ تھا تو کوئی چیز ف۱۱

(۱) **حضرت زکریا علیہ السلام** حضرت زکریا علیہ السلام "بنی اسرائیل" کے جلیل القدر انبیاء میں سے ہیں۔ بخاری میں ہے کہ نجاری (بڑھئی) کا پیشہ کرتے تھے اور اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کھاتے تھے۔ ان کا قصہ پہلے سورہ آل عمران میں گذر چکا وہاں کے فوائد ملاحظہ کر لئے جائیں۔

(۲) **حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا** کہتے ہیں رات کی تاریکی اور خلوت میں پست آواز سے دعاء کی جیسا کہ دعاء کا قاعدہ ہے "اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً" (اعراف رکوع ۷) ایسی دعاء ریا سے دور اور کمال اخلاص سے معمور ہوتی ہے۔ شاید یہ بھی خیال ہو کہ بڑھاپے کی عمر میں بیٹا مانگتے تھے۔ اگر نہ ملے تو سننے والے ہنسیں، اور ویسے بھی عموماً بڑھاپے میں آواز پست ہو جاتی ہے۔

(۳) یعنی بظاہر موت کا وقت قریب ہے۔ سر کے بالوں میں بڑھاپے کی سفیدی چمک رہی ہے اور ہڈیاں تک سوکھنے لگیں۔

(۴) یعنی آپ نے اپنے فضل و رحمت سے ہمیشہ میری دعائیں قبول کیں اور مخصوص مہربانیوں کا خوگر بنائے رکھا اب اس آخری وقت اور

[1] مہربانی۔ [2] بھرکا۔ [3] سر میں۔ [4] جی چاہتا۔ [5] میرے [6] سوکھ گیا۔

Brought To You By www.e-iqra.info

ضعف و پیرانہ سالی میں کیسے گمان کروں کہ میری دعا رد کر کے مہربانی سے محروم رکھیں گے۔ بعض مفسرین نے "وَلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا" کے معنی یوں کئے ہیں کہ اے پروردگار! آپ کی دعوت پر میں کبھی شقی ثابت نہیں ہوا۔ یعنی جب آپ نے پکارا، برابر امتثال امر اور طاعت و فرمانبرداری کی سعادت حاصل کی۔

(۵) **قرابت داروں سے اندیشہ** اُن کے بھائی بند قرابت دار نااہل ہونگے۔ ڈر یہ ہوا کہ وہ لوگ اُن کے بعد اپنی بداعمالیوں اور غلط کاریوں سے راہ نیک نہ بگاڑ دیں اور جو دینی و روحانی دولت یعقوب علیہ السلام کے گھرانے میں منتقل ہوتی ہوئی حضرت زکریا علیہ السلام تک پہنچی تھی اُسے اپنی شرارت اور بدتمیزی سے ضائع نہ کر دیں۔

(۶) **اللہ سے اپنے وارث کی دعاء** یعنی میں بوڑھا ہوں، بیوی بانجھ ہے، ظاہری سامان اولاد ملنے کا کچھ نہیں لیکن تو اپنی لامحدود قدرت و رحمت سے اولاد عطاء فرما جو دینی خدمات کو سنبھالے اور تیری مقدس امانت کا بوجھ اُٹھا سکے۔ میں اس ضعف و پیری میں کیا کر سکتا ہوں جی یہ چاہتا ہے کہ کوئی بیٹا اس لائق ہو جو اپنے باپ دادوں کی پاک گدی پر بیٹھ سکے اُن کے علم و حکمت کے خزانوں کا مالک اور کمالات نبوّۃ کا وارث بنے۔ (تنبیہ)۔

انبیاء کی وراثت احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السّلام کے مال میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ اُن کی وراثت دولت علم میں چلتی ہے۔ خود شیعوں کی مستند کتاب "کافی کلینی" سے بھی "روح المعانی" میں اس مضمون کی روایات نقل کی ہیں۔ لہٰذا متعین ہے کہ "يَرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ" میں وراثت مالی مراد نہیں جس کی تائید خود لفظ "آلِ یعقوب" سے ہو رہی ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے تمام آل یعقوب کے اموال و املاک کا وارث تنہا حضرت زکریا کا بیٹا کیسے ہو سکتا تھا۔ بلکہ نفس وراثت کا ذکر ہی اس موقع پر ظاہر کرتا ہے کہ مالی وراثت مراد نہیں کیونکہ یہ تو تمام دنیا کے نزدیک مسلم ہے کہ بیٹا باپ کے مال کا وارث ہوتا ہے۔ پھر دُعا میں اس کا ذکر کرنا محض بیکار تھا۔ یہ خیال کرنا کہ حضرت زکریا کو اپنے مال و دولت کی فکر تھی کہ کہیں میرے گھر سے نکل کر بنی اعمام اور دوسرے رشتہ داروں میں نہ پہنچ جائے، نہایت پست اور دنی خیال ہے انبیاء علیہم السلام کی شان یہ نہیں ہوتی کہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت دنیا کی متاع حقیر کی فکر میں پڑ جائیں کہ ہائے یہ کہاں جائیگی اور کس کے پاس رہے گی۔ اور لطف یہ ہے کہ حضرت زکریا علیہ السّلام بڑے دولت مند بھی نہ تھے، بڑھئی کا کام کر کے محنت سے پیٹ پالتے تھے بھلا اُنکو بڑھاپے میں کیا غم ہو سکتا تھا کہ چار پیسے رشتہ داروں کے ہاتھ نہ پڑ جائیں۔ العیاذ باللہ۔

(۷) یعنی ایسا لڑکا دیجئے جو اپنے اخلاق و اعمال کے لحاظ سے میری اور تیری اور اچھے لوگوں کی پسند کا ہو۔

(۸) **حضرت یحییٰؑ کی بشارت** یعنی دعاء قبول ہوئی اور لڑکے کی بشارت پہنچی۔ جس کا نام (یحییٰ) قبل از ولادت حق تعالیٰ نے تجویز فرما دیا۔ نام بھی ایسا انوکھا جو اُن سے پہلے کسی کا نہ رکھا گیا تھا۔ بعض سلف نے یہاں "سمّی" کے معنی "شبیہ" کے لئے ہیں یعنی اس شان و صفت کا کوئی شخص اُن سے پہلے نہیں ہوا تھا۔ شاید یہ مطلب ہو کہ بوڑھے مرد اور بانجھ عورت سے کوئی ایسا لڑکا اس وقت تک پیدا نہیں کیا گیا تھا۔ یا بعض خاص احوال و صفات (مثلاً رقت قلب اور غلبہ بکا وغیرہ) میں اُن کی مثال پہلے نہ گذری ہوگی۔ واللہ اعلم۔

(۹) **حضرت زکریاؑ کا تعجب** آدمی کا قاعدہ ہے کہ جب غیر متوقع اور غیر معمولی خوشخبری سنے تو مزید طمانیت و استلذاذ کے لئے بار بار پوچھتا اور کھود کرید کیا کرتا ہے۔ اس تحقیق و تفحص سے لذّت تازہ حاصل ہوتی اور بات خوب پکی ہو جاتی ہے یہ ہی منشاء حضرت زکریا کے سوال کا تھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "انوکھی چیز مانگتے تعجب نہ آیا۔ جب سُنا کہ ملیگی تب تعجب کیا"۔

(۱۰) تعجب کی کوئی بات نہیں۔ ان ہی حالات میں اولاد ملجائے گی اور مشیت ایزدی پوری ہو کر رہیگی۔

(۱۱) **اللہ کی قدرت کاملہ** یہ فرشتہ نے کہا۔ یعنی تمہارے نزدیک ظاہری اسباب کے اعتبار سے ایک چیز مشکل ہو تو خدا کے یہاں مشکل

Brought To You By www.e-iqra.info

نہیں۔ اس کی قدرت عظیمہ کے سامنے سب آسان ہے۔ انسان اپنی ہستی ہی کو دیکھ لے۔ ایک زمانہ تھا کہ یہ کوئی چیز نہ تھی اس کا نام و نشان بھی کوئی نہ جانتا تھا۔ حق تعالیٰ اُس کو پردہ عدم سے وجود میں لایا۔ پھر جو قادر مطلق لاشے محض کو شے بنا دے۔ کیا وہ بوڑھے مرد اور بانجھ عورت سے بچہ پیدا نہیں کر سکتا۔ اس پر تو بطریق اولیٰ قدرت ہونی چاہئے۔

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝۱۰ فَخَرَجَ عَلٰي قَوْمِهٖ مِنَ

بولا اے رب ٹھہرا دے میرے لئے کوئی نشانی فرمایا تیری نشانی یہ کہ بات نہ کرے تو لوگوں سے تین رات تک صحیح تندرست ف۱۲ پھر نکلا اپنے لوگوں کے پاس

الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝۱۱ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۭ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ

حجرہ سے تو اشارہ سے کہا اُن کو کہ یاد کرو صبح اور شام ف۱۳ اے یحییٰ اُٹھا لے کتاب زور سے ف۱۴ اور دیا ہم نے اُسکو حکم کرنا لڑکپن

صَبِيًّا ۝۱۲ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ۭ وَكَانَ تَقِيًّا ۝۱۳ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ۝۱۴

میں ف۱۵ اور شوق دیا اپنی طرف سے اور ستھرائی اور تھا پرہیزگار ف۱۶ اور نیکی کرنیوالا اپنی ماں باپ سے اور نہ تھا زبردست خود سر ف۱۷

وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۝۱۵ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا

وقف لازم

اور سلام ہے اُس پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن مرے اور جس دن اُٹھ کھڑا ہو زندہ ہو کر ف۱۸ اور مذکور کر کتاب میں مریم کا جب جدا ہوئی اپنے لوگوں سے

مَكَانًا شَرْقِيًّا ۝۱۶ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۡ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝۱۷

ایک شرقی مکان میں ف۱۹ پھر پکڑ لیا اُن سے ورے ایک پردہ پھر بھیجا ہم نے اُسکی پاس اپنا فرشتہ پھر بن کر آیا اُسکے آگے آدمی پورا ف۲۰

قَالَتْ اِنِّىْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ۝۱۸

بولی مجھ کو رحمٰن کی پناہ تجھ سے اگر ہے تو ڈر رکھنے والا ف۲۱

(۱۲) **حضرت زکریاؑ کی زبان بندی** | یعنی باوجود تندرست ہونے کے جب کامل تین رات دن لوگوں کے ساتھ زبان سے بات چیت نہ کر سکے اُس وقت سمجھ لینا کہ حمل قرار پا گیا ہے۔ اس کے متعلق مفصّل کلام "آل عمران" کے فوائد میں گذر چکا۔ ملاحظہ کر لیا جائے۔

(۱۳) **قوم کو وعظ و نصیحت** | یعنی جب وہ وقت آیا تو زبان گفتگو کرنے سے رک گئی۔ حجرہ سے باہر نکل کر لوگوں کو اشارہ سے کہا کہ صبح و شام اللہ کو یاد کیا کرو۔ نمازیں پڑھو۔ تسبیح و تہلیل میں مشغول رہو۔ یہ کہنا یا تو حسب معمول سابق وعظ و نصیحت کے طور پر ہوگا یا نعمتِ الٰہیہ کی خوشی محسوس کر کے چاہا کہ دوسرے بھی ذکر و شکر میں اُن کے شریک حال ہوں۔ کیونکہ جیسا "آلِ عمران" میں گذرا حضرت زکریاؑ کو حکم تھا کہ اُن تین دن میں خدا کو بہت کثرت سے یاد کریں۔ اور خاص تسبیح کا لفظ شاید اس لئے اختیار کیا ہو کہ اکثر عجیب و غریب سماں دیکھنے پر آدمی سے "سبحان اللہ" کہا کرتا ہے۔

(۱۴) **حضرت یحییٰؑ کو کتاب پر عمل کا حکم** | یعنی تورات اور دوسرے آسمانی صحیفوں کو جو تم پر یا دوسرے انبیاء پر نازل کئے گئے ہوں، خوب مضبوطی اور کوشش سے تھامے رکھو۔ اُن کی تعلیمات پر خود عمل کرو اور دوسروں سے کراؤ۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی علم کتاب لوگوں کو سکھلانے لگا زور سے۔ یعنی باپ ضعیف تھے اور یہ جوان"

(۱۵) **بچپن میں نبوّت** | یعنی لڑکپن ہی میں اُن کو حق تعالیٰ نے فہم و دانش علم و حکمت فراست صادقہ، احکام کتاب اور آداب عبودیت و خدمت

ف۱ چنگا بھلا۔ ف۲ تسبیح پڑھو۔ ف۳ کر لیا۔

Brought To You By www.e-iqra.info

کی معرفت عطا فرمادی تھی۔ لڑکوں نے ایک مرتبہ انہیں کھیلنے کو بلایا، کہا ہم اس واسطے نہیں بنائے گئے۔ بہت سے علماء کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے عام عادت کے خلاف ان کو لڑکپن ہی میں نبوت بھی مرحمت فرمادی واللہ اعلم۔

(۱۶) **حضرت یحییٰ کا محبت و تقویٰ** یعنی اللہ تعالیٰ نے اُن کو شوق و ذوق۔ رحمت و شفقت، رقت و نرم دلی، محبت و محبوبیت عنایت فرمائی تھی۔ اور صاف ستھرا، پاکیزہ رو، پاکیزہ خو، مبارک و سعید متقی و پرہیزگار بنایا، حدیث میں ہے کہ یحییٰ نے نہ کبھی گناہ کیا نہ گناہ کا ارادہ کیا۔ خدا کے خوف سے روتے روتے رخساروں پر آنسوؤں کی نالیاں سی بن گئی تھیں۔ علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام۔

(۱۷) یعنی متکبر، سرکش اور خود سر نہ تھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی آرزو کے لڑکے اکثر ایسے ہوا کرتے ہیں۔ وہ ویسا نہ تھا۔

(۱۸) **حضرت یحییٰ کو اللہ کا سلام** اللہ جو بندہ پر سلام بھیجے محض تشریف و عزت افزائی کے لئے ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اُس پر کچھ گرفت نہیں یہاں "یَوْمَ وُلِدَ وَیَوْمَ یَمُوْتُ وَیَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا" سے غرض تعمیم اوقات و احوال ہے۔ یعنی ولادت سے لیکر موت تک اور موت سے قیامت تک کسی وقت اُس پر خورد گیری نہیں۔ خدا کی پکڑ سے ہمیشہ مامون و مصئون ہے۔

(۱۹) **حضرت مریم کی شرم و عفت** یعنی غسل حیض کرنے کو۔ یہ ہی پہلا حیض تھا۔ تیرہ برس کی عمر تھی یا پندرہ برس کی۔ شرم کے مارے مجمع سے الگ ہو کر ایک مکان میں چلی گئیں جو "بیت المقدس" سے مشرق کی طرف تھا۔ اس لئے نصاریٰ نے مشرق کو اپنا قبلہ بنالیا۔

(۲۰) **حضرت جبریلؑ کی آمد** یعنی حضرت جبریل نوجوان خوبصورت مرد کی شکل میں پہنچے، جیسا کہ فرشتوں کی عادت ہے کہ عموماً خوش منظر صورتوں میں متمثل ہوتے ہیں۔ اور ممکن ہے یہاں حضرت مریم کی انتہائی عفت و پاکبازی کا امتحان بھی مقصود ہو کہ ایسے زبردست دواعی و محرکات بھی اُس کے جذبات عفاف و تقویٰ کو ادنیٰ ترین جنبش نہ دے سکے۔

(۲۱) مریم نے اول وہلہ میں سمجھا کہ کوئی آدمی ہے۔ تنہائی میں دفعۃً ایک مرد کے سامنے آجانے سے قدرتی طور پر خوفزدہ ہوئیں اور اپنی حفاظت کی فکر کرنے لگیں۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ کے چہرہ پر تقویٰ و طہارت کے انوار چمکتے دیکھ کر اسی قدر کہنا کافی سمجھا کہ میں تیری طرف سے رحمان کی پناہ میں آتی ہوں۔ اگر تیرے دل میں خدا کا ڈر ہوگا (جیسا کہ پاک و نورانی چہرہ سے روشن تھا) تو میرے پاس سے چلا جائیگا اور مجھ سے کچھ تعرض نہ کریگا۔

قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ

بولا میں تو بھیجا ہوا ہوں تیرے رب کا کہ دیجاؤں تجھ کو ایک ستھرا لڑکا ف۲۲ بولی کہاں سے ہوگا میرے لڑکا اور چھوا نہیں مجھ کو آدمی نے

وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿۲۰﴾ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ

اور میں بدکار کبھی نہیں تھی ف۲۳ بولا یونہی ہے فرمادیا تیرے رب نے وہ مجھ پر آسان ہے ف۲۴ اور اُسکو ہم کیا چاہتے ہیں لوگوں کیلئے نشانی اور رحمت اپنی طرف سے اور ہے یہ

اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ

کام مقرر ہو چکا ف۲۵ پھر پیٹ میں لیا اُسکو ف۲۶ پھر یکسو ہوئی اُس کو لیکر ایک بعید مکان میں ف۲۷ پھر لے آیا اُس کو درد زہ ایک کھجور کی جڑ میں

قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿۲۳﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ

بولی کسی طرح میں مرچکتی اس سے پہلے اور ہو جاتی بھولی بسری ف۲۸ پس آواز دی اسکو اُسکی نیچے سے کہ غمگین مت ہو کر دیا

جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۲۴﴾ وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿۲۵﴾

تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ اور ہلا اپنی طرف کھجور کی جڑ اُس سے گریگی تجھ پر پکی کھجوریں ف۲۹

Brought To You By www.e-iqra.info

(۲۲) **حضرت جبریلؑ کی بشارت** یعنی گھبراؤ نہیں۔ میری نسبت کوئی بُرا خیال آیا ہو تو دل سے نکال دو۔ میں آدمی نہیں، تیرے اُسی رب کا (جس کی تو پناہ ڈھونڈھتی ہے) بھیجا ہوا فرشتہ ہوں۔ اس لئے آیا ہوں کہ خداوند قدوس کی طرف سے تجھ کو ایک پاکیزہ، صاف ستھرا اور مبارک و مسعود لڑکا عطا کروں۔ "غلاماً زکیا" (پاکیزہ لڑکا) کہنے میں اشارہ ہو گیا کہ وہ حسب و نسب اور اخلاق وغیرہ کے اعتبار سے بالکل پاک و صاف ہوگا۔

(۲۳) **حضرت مریم کا تعجب** مریم کے دل میں خدا نے یقین ڈال دیا کہ بیشک یہ فرشتہ ہے، مگر تعجب ہوا کہ جس عورت کا شوہر نہیں جو اس کو حلال طریقہ سے چھُو سکتا، اور بدکار بھی نہیں کہ حرام طریقہ سے بچہ حاصل کر لے، اُس کو بحالت راہنہ پاکیزہ اولاد کیونکر ملجائیگی، جیسا کہ حضرت زکریا نے اس سے کم عجیب بشارت پر سوال کیا تھا۔

(۲۴) یہ وہ ہی جواب ہے جو حضرت زکریا کو دیا گیا تھا۔ گذشتہ رکوع میں دیکھ لیا جائے۔

(۲۵) یعنی یہ کام ضرور ہو کر رہیگا، پہلے سے طے شدہ ہے، تخلف نہیں ہو سکتا۔ ہماری حکمت اسی کو مقتضی ہے کہ بدون مس بشر کے محض عورت کے وجود سے بچہ پیدا کیا جائے۔ اور وہ دیکھنے اور سننے والوں کے لئے ہماری قدرت عظیمہ کی ایک نشانی ہو کیونکہ تمام انسان مرد و عورت کے ملنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ آدم علیہ السلام دونوں کے بدون پیدا ہوئے اور حوّا کو صرف مرد کے وجود سے پیدا کیا گیا۔ چوتھی صورت یہ ہے جو حضرت مسیح میں ظاہر ہوئی کہ مرد کے بدون صرف عورت کے وجود سے اُن کا وجود ہوا۔ اس طرح پیدائش کی چاروں صورتیں واقع ہو گئیں۔ پس حضرت مسیح علیہ السّلام کا وجود قدرت الٰہیہ کا ایک نشان اور حق تعالیٰ کی طرف سے دنیا کے لئے بڑی رحمت کا سامان ہے۔

(۲۶) **قرار حمل** کہتے ہیں فرشتہ نے پھونک ماری حمل ٹھہر گیا۔ وفی البحر "وذکروا انّ جبرئیل علیہ السّلام نفخ فی جَیْبِ درعہا او فیہ وفی کمہا۔ والظاہر ان المسند الیہ النفخ ہو اللہ تعالیٰ لقولہ فنفخنا (ص ۱۸۱) کما قال فی آدم ونفخت فیہ من روحی واللہ اعلم۔

(۲۷) یعنی جب وضع حمل کا وقت قریب آیا شرم کے مارے سب سے علیحدہ ہو کر کسی بعید مکان میں چلی گئی۔ شاید وہ ہی جگہ ہو جسے "بیت اللحم" کہتے ہیں۔ یہ مقام "بیت المقدس" سے آٹھ میل ہے ذکرہ ابن کثیر عن وہب۔

(۲۸) **دردزہ کی شدید تکلیف** یعنی دردزہ کی تکلیف سے ایک کھجور کی جڑ کا سہارا لینے کے لئے اُس کے قریب جا پہنچی اس وقت درد کی تکلیف، تنہائی و بیکسی، سامان ضرورت و راحت کا فقدان، اور سب سے بڑھ کر ایک مشہور پاکباز عفیفہ کو دینی حیثیت سے آئندہ بدنامی اور رسوائی کا تصوّر سخت بے چین کئے ہوئے تھا۔ حتیٰ کہ اسی کرب و اضطراب کے غلبہ میں کہہ اٹھی یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ ھٰذَا وَکُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا۔ (کاش میں اس وقت کے آنے سے پہلے ہی مر چکی ہوتی کہ دنیا میں میرا نام و نشان نہ رہتا اور کسی کو بھولے سے بھی یاد نہ آتی) شدت کرب و اضطراب میں گذشتہ بشارات بھی جو فرشتہ سے سُنی تھیں یاد نہ آئیں۔

(۲۹) **فرشتے کی بشارت** وہ مقام جہاں حضرت مریم کھجور کے نیچے تشریف رکھتی تھیں قدرے بلند تھا، اُس کے نیچے سے پھر اسی فرشتہ کی آواز سنائی دی کہ غمگین و پریشان مت ہو، خدا کی قدرت سے ہر قسم کا ظاہری و باطنی اطمینان حاصل کر۔ نیچے کی طرف دیکھ اللہ تعالیٰ نے کیسا چشمہ یا نہر جاری کر دی ہے۔ یہ تو پینے کے لئے ہوا، کھانے کے لئے اسی کھجور کو ہلاؤ، پکّی اور تازہ کھجوریں ٹوٹ کر گریں گی (تنبیہ) بعض سلف نے "سری" کے معنی "عظیم الشان سردار" کے لئے ہیں۔ یعنی خدا تعالیٰ تجھ سے ایک بڑا سردار پیدا کرنیوالا ہے۔ جنہوں نے "سری" کے معنی چشمہ یا نہر کے لئے ظاہر یہ ہے کہ وہ چشمہ بطور خرق عادت نکالا گیا اور کھجوریں بھی خشک درخت پر بے موسم لگ گئیں۔ ان خوارق کا دیکھنا مریم کی تسکین و اطمینان اور تفریح کا سبب تھا اور جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے اُس حالت میں یہ چیزیں مریم کے لئے مفید تھیں اور انہیں ضرورت بھی ہوگی۔

Brought To You By www.e-iqra.info

فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي عَيْنًا ۖ فَإِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ أَحَدًا ۙ فَقُولِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَٰنِ صَوْمًا

اب کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ ف۳۰ پھر اگر تو دیکھے کوئی آدمی تو کہیو میں نے مانا ہے رحمٰن کا روزہ

فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنْسِيًّا ﴿٢٦﴾ فَأَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ ۖ قَالُوا يَا مَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ﴿٢٧﴾ يَا أُخْتَ

سو بات نہ کرونگی آج کسی آدمی سے ف۳۱ پھر لائی اس کو اپنے لوگوں کے پاس گود میں وہ اسکو کہنے لگے اے مریم تو نے کی یہ چیز طوفان کی ف۳۲ اے بہن

هَارُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا ﴿٢٨﴾ فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ ۖ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ

ہارون کی نہ تھا تیرا باپ برا آدمی اور نہ تھی تیری ماں بدکار ف۳۳ پھر ہاتھ سے بتلایا اس لڑکی کو ف۳۴ بولے ہم کیونکر بات کریں اس شخص سے کہ وہ ہے

فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿٢٩﴾ قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ ۖ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ﴿٣٠﴾ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ

گود میں لڑکا ف۳۵ وہ بولا میں بندہ ہوں اللہ کا مجھ کو اس نے کتاب دی ہے اور مجھ کو اس نے نبی کیا ف۳۶ اور بنایا مجھ کو برکت والا جس جگہ

مَا كُنْتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿٣١﴾ وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا

میں ہوں اور تاکید کی مجھ کو نماز کی اور زکوٰۃ کی جب تک میں رہوں زندہ ف۳۷ اور سلوک کرنے والا اپنی ماں سے ف۳۸ اور نہیں بنایا مجھکو زبردست

شَقِيًّا ﴿٣٢﴾ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ﴿٣٣﴾

بدبخت ف۳۹ اور سلام ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن اٹھ کھڑا ہوں زندہ ہو کر ف۴۰

(۳۰) یعنی تازہ کھجوریں کھا کر چشمہ کے پانی سے سیراب ہو اور پاکیزہ بیٹے کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کر آگے کا غم نہ کھا خدا تعالیٰ سب مشکلات کو دور کرنے والا ہے۔

(۳۱) یعنی اگر کوئی آدمی سوال کرے تو اشارہ وغیرہ سے ظاہر کر دینا کہ میں روزہ سے ہوں مزید گفتگو نہیں کر سکتی۔ انکے دین میں یہ نیت درست تھی کہ نہ بولنے کا بھی روزہ رکھتے تھے ہماری شریعت میں ایسی نیت درست نہیں "اور کہیو میں نے مانا ہے" کا مطلب یہ ہے کہ روزہ کی نذر کر کے ایسا کہہ دینا "اِنْسِیًّا" کی قید شاید اس لئے لگائی کہ فرشتہ سے بات کرنا منع نہ تھا۔

(۳۲) یعنی جب بچہ کو گود میں اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے سامنے آئی تو لوگ دیکھ کر ششدر رہ گئے کہنے لگے مریم تو نے غضب کر دیا، یہ بناوٹ کی چیز کہاں سے لے آئی اس سے زیادہ جھوٹ طوفان کیا ہوگا کہ ایک لڑکی کنواری رہتے ہوئے دعویٰ کرے کہ میرے بچہ پیدا ہوا ہے۔

(۳۳) یعنی بدگمان ہو کر کہنے لگے کہ تیرے ماں باپ اور خاندان والے ہمیشہ سے نیک رہے ہیں، تجھ میں یہ بری خصلت کدھر سے آئی؟ بھلوں کی اولاد کا برا ہونا محل تعجب ہے (تنبیہ) مریم کو "اُخت ہارون" اسلئے کہا کہ حضرت موسیٰ کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھی گویا "اُخت ہارون" سے مراد "اُخت قوم ہارون" ہوئی جیسے "وَاذْكُرْ أَخَا عَادٍ" میں ہود علیہ السلام کو "عاد" کا بھائی کہا ہے حالانکہ "عاد" ان کی قوم کے مورث اعلیٰ کا نام تھا اور ممکن ہے اُخت ہارون کے ظاہری معنی لئے جائیں جیسا کہ بعض احادیث صحیحہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ یعنی مریم کے بھائی کا نام ہارون تھا جیسے ہمارے زمانہ میں رواج ہے اس وقت بھی لوگ انبیاء و صالحین کے ناموں پر نام رکھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ مریم کا وہ بھائی ایک مرد صالح تھا تو حاصل کلام یہ ہوا کہ تیرا باپ پاکباز تھا ماں پارسا تھی، بھائی ایسا نیک ہے اوپر جا کر تیرا نسب ہارون علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے۔ پھر یہ حرکت تجھ سے کیونکر سرزد ہوئی۔

(۳۴) یعنی مریم نے ہاتھ سے بچہ کی طرف اشارہ کیا کہ خود اس سے دریافت کرو۔

۳۵ حضرت مریم کا بچے کی طرف اشارہ یعنی اس شرمناک حرکت پر یہ تم ظریفی؟ کہ بچہ سے پوچھ لو بھلا ایک گود کے بچہ سے ہم کیسے سوال و جواب کر سکتے ہیں (تنبیہ) مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا میں "کان" کا لفظ اس پر دلالت نہیں کرتا کہ تکلم کے وقت وہ صبی نہیں رہا تھا۔ قرآن میں بہت جگہ مثلاً كَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا یا لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً یا إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ میں کان کا استعمال ایسے مضمون کیلئے ہوا ہے جس کا سلسلہ زمانہ ماضی کے گزرنے کے ساتھ منقطع نہیں ہوا اور یہاں مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا سے تعبیر کرنے میں نکتہ یہ ہے کہ کہنے والوں نے نفی تکلیم کو ایک ضابطہ کے رنگ میں پیش کیا یعنی نہ صرف عیسیٰ بلکہ ہر اس شخص سے جو گود میں بچہ ہو کلام کرنا عادۃً محال ہے۔

۳۶ حضرت عیسیٰؑ کا معجزانہ طور پر کلام کرنا قوم کی طرف سے یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ خود مسیحؑ کو حق تعالیٰ نے گویا کر دیا۔ آپ نے اسوقت جو کچھ فرمایا اسمیں تمام غلط اور فاسد خیالات کا رد تھا جو آئندہ انکی نسبت قائم ہونیوالے تھے "میں بندہ ہوں اللہ کا" یعنی خود اللہ یا اللہ کا بیٹا نہیں جیسا کہ اب نصاریٰ کا عقیدہ ہے چنانچہ اسی عقیدہ کی تردید کیلئے پہلے حضرت مسیح کی ولادت وغیرہ کے تفصیلی حالات بیان فرمائے اور "مجھ کو خدا نے نبی بنایا" یعنی مفتری اور کاذب نہیں جیسا کہ یہود گمان کرتے ہیں (تنبیہ) سورۂ "آل عمران"

Brought To You By www.e-iqra.info

اور "مائدہ" میں حضرت مسیح کے تکلم فی المہد کے متعلق کلام کیا جا چکا ہے ہاں دیکھ لیا جائے صحیح بخاری کی حدیث میں نبی کریم صلعم نے جن تین بچوں کے مہد میں کلام کرنے کا ذکر فرمایا ہے انہیں ایک حضرت مسیح بن مریم ہیں۔ آج جو لوگ قرآن و حدیث کے خلاف حضرت مسیح کے تکلم فی المہد کا انکار کرتے ہیں انکے ہاتھ میں نصاریٰ کی کورانہ تقلید کے سوا کچھ نہیں۔

علاوہ [illegible]

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صَآفّٰتٍ ۭ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ (نور۔ رکوع ۶) اور یہ بھی بتلا دیا کہ ہر چیز کی تسبیح و صلوٰۃ کا حال اللہ ہی جانتا ہے کہ کس کی صلوٰۃ و تسبیح کس رنگ کی ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کے معنی بھی اصل میں ۴
معنی کا استعمال قرآن و حدیث میں اپنے اپنے موقع پر ہوا ہے۔ اسی رکوع میں حضرت مسیح کی نسبت "غُلٰمًا زَكِيًّا" کا لفظ گزر چکا جو زکوٰۃ سے مشتق ہے۔ اور یحییٰ علیہ السلام کو فرمایا "وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً"، سورہ کہف میں ہے "خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا" اسی طرح کے عام معنی یہاں بھی زکوٰۃ کے لئے جا سکتے ہیں۔ اور ممکن ہے "اَوْصَانِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ" سے "اَوْصَانِيْ بِاَنْ اُمُرَ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ" مراد ہو۔ جیسے اسمٰعیل علیہ السلام کی نسبت فرمایا "وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ" پھر لفظ "اوصانی" اپنے مدلول لغوی کے اعتبار سے اس کو مقتضی نہیں کہ وقت ایصاء ہی سے اس پر عمل درآمد شروع ہو جائے۔ نیز بہت ممکن ہے کہ "مَا دُمْتُ حَيًّا" سے یہ ہی زمینی حیاۃ مراد لے لی جائے۔ جیسے ترمذی کی ایک حدیث میں ہے کہ جابر کے والد کو اللہ نے شہادت کے بعد زندہ کر کے فرمایا کہ ہمسے کچھ مانگ اس نے کہا کہ مجھے دوبارہ زندہ کر دیجئے کہ دوبارہ تیرے راستہ میں قتل کیا جاؤں۔ اس زندگی سے یقیناً زمینی زندگی مراد ہے ورنہ شہید کے لئے نفس حیات کی قرآن میں اور خود اسی حدیث میں تصریح موجود ہے۔ یہی مطلب حیاۃ کا "لَوْ كَانَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى حَيَّيْنِ الخ" میں سمجھو۔ اگر بالفرض اُس کا حدیث ہونا ثابت ہو جائے۔ "بالفرض" ہم نے اس لئے کہا کہ اس کی اسناد کا کتب حدیث میں کہیں پتہ نہیں۔ (واللہ اعلم)

(۳۸) چونکہ باپ کوئی نہ تھا اس لئے صرف ماں کا نام لیا۔

(۳۹) یہ سب جملے جو بصیغہ ماضی لائے گئے بے شک اُس کے معنی ماضی ہی کے لئے جائیں گے۔ لیکن اس طرح کہ مستقبل متیقن الوقوع کو گویا ماضی فرض کر لیا گیا۔ جیسے "اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ" میں۔ اس طرح مسیح علیہ السلام نے بچپن میں ماضی کے صیغے استعمال کر کے متنبہ کر دیا کہ ان سب چیزوں کا آئندہ پایا جانا ایسا قطعی اور یقینی ہے کہ اُسے یہ ہی سمجھنا چاہئے کہ گویا پائی جا چکی۔ حضرت مسیح کی اس خارق عادت گفتگو سے اور ان اوصاف و خصال سے جو بیان کئے نہایت بلاغت کے ساتھ اس ناپاک تہمت کا رد ہو گیا جو اُن کی والدہ ماجدہ پر لگائی جاتی تھی۔ اوّل تو ایک بچہ کا بولنا، اور ایسا جامع و موثر کلام طبعاً دشمنوں کو خاموش کرنیوالا تھا پھر جس ہستی میں ایسی پاکیزہ خصال پائی جائیں ظاہر ہے وہ العیاذ باللہ ولد الزنا کیسے ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ خود اُن کے اقرار "مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا" سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ فروع کو اصول کے موافق دیکھنا چاہتے تھے۔

(۴۰) اس جملہ کے ہم معنی جملہ پہلے حضرت یحییٰ کے ذکر میں گزر چکا فرق اتنا ہے کہ وہاں خود حق تعالیٰ کی طرف سے کلام تھا۔ یہاں حق تعالیٰ نے مسیح کی زبان سے وہ ہی بات فرمائی۔ نیز "سلامٌ" اور "السلامُ" کا فرق بھی قابل لحاظ ہے۔

ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۳۴﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ

یہ ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا سچی بات جس میں لوگ جھگڑتے ہیں واہ اللہ ایسا نہیں کہ رکھے اولاد

Brought To You By www.e-iqra.info

سُبْحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۳۵﴾ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا

وہ پاک ذات ہے جب ٹھہرا لیتا ہے کسی کام کا کرنا سو یہی کہتا ہے اس کو کہ ہو وہ ہو جاتا ہے ف۴۲ اور کہا بیشک اللہ ہے رب میرا اور رب تمہارا سو اسکی بندگی کرو یہ ہے

صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۳۶﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ

راہ سیدھی پھر جدی جدی راہ اختیار کی فرقوں نے ان میں سے سو خرابی ہے منکروں کو جس وقت دیکھیں گے

يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۳۷﴾ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾

ایک دن بڑا ف۴۳ کیا خوب سنتے اور دیکھتے ہونگے جس دن آئینگے ہمارے پاس پر بے انصاف آج کے دن صریح بہک رہے ہیں ف۴۴

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ

اور ڈر سنا دے انکو اس پچتاوے کے دن کا جب فیصل ہو چکیگا کام ف۴۵ اور وہ بھول رہے ہیں اور وہ یقین نہیں لاتے ف۴۶ ہم وارث ہونگے

الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا

زمین کے اور جو کوئی ہے زمین پر اور وہ ہماری طرف پھر آئینگے ف۴۷ اور مذکور کر کتاب میں ابراہیم کا ف۴۸ بیشک تھا وہ سچا

نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ﴿۴۲﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ

نبی ف۴۹ جب کہا اپنے باپ کو اے باپ میرے کیوں پوجتا ہے اس کو جو نہ سنے اور نہ دیکھے اور نہ کام آئے تیرے کچھ ف۵۰ اے باپ میرے مجھ کو

قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۴۳﴾

آئی ہے خبر ایک چیز کی جو تجھ کو نہیں آئی سو میری راہ چل دکھلا دوں تجھ کو راہ سیدھی ف۵۱

(۴۱) **حضرت عیسیٰ ابن مریم** یعنی حضرت مسیح کی شان و صفت یہ ہے جو اوپر بیان ہوئی۔ ایک سچی اور کھلی ہوئی بات میں لوگوں نے خواہ مخواہ جھگڑے ڈال لئے۔ اور طرح طرح کے اختلافات کھڑے کر دیے۔ کسی نے ان کو خدا بنا دیا کسی نے خدا کا بیٹا۔ کسی نے کذاب و مفتری کہا کسی نے نسب وغیرہ پر طعن کیا۔ سچی بات وہ ہی ہے جو ظاہر کر دی گئی۔ کہ خدا نہیں، خدا کے مقرب بندے ہیں۔ جھوٹے مفتری نہیں۔ سچے پیغمبر ہیں ان کا حسب نسب سب پاک و صاف ہے۔ خدا نے ان کو "کلمۃ اللہ" فرمایا ہے اور ممکن ہے "قول الحق" کے معنی بھی یہاں "کلمۃ اللہ" کے ہوں۔

(۴۲) **حضرت عیسیٰؑ کی ابنیت کا رد** جس کے ایک "کُن" (ہو جا) کہنے میں ہر چیز موجود ہو، اسے بیٹے پوتوں کی کیا ضرورت لاحق ہوگی۔ کیا (العیاذ باللہ) اولاد ضعیفی میں سہارا دیگی؟ یا مشکلات میں ہاتھ بٹائے گی؟ یا اس کے بعد نام چلائے گی؟ اور اگر شبہ ہو کہ عموماً آدمی ماں باپ سے پیدا ہوتا ہے۔ پھر حضرت مسیح کا باپ کیسے کہیں؟ اس کا جواب بھی اسی جملہ "کُن فیکون" میں آگیا۔ یعنی ایسے قادر مطلق کے لئے کیا مشکل ہے کہ ایک بچہ کو بن باپ پیدا کر دے۔ اگر عیسائی خدا کو باپ اور مریم کو ماں کہتے ہیں تو کیا (معاذ اللہ) دوسرے تعلقات زنا شوی کا بھی اقرار کرینگے؟ باپ مان کر بھی بہرحال تخلیق کا طریقہ وہ تو نہ ہوگا جو عموماً والدین میں ہوتا ہے۔ پھر بدون باپ کے پیدا ہونے میں کیا اشکال ہے

(۴۳) **توحید خالص کی تعلیم** یہ کس نے کہا؟ بعض کے نزدیک یہ حضرت مسیح علیہ السلام کا مقولہ ہے۔ گویا پیشتر حضرت مسیح کی جو گفتگو قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ الخ سے نقل کی گئی تھی، یہ اس کا تکملہ ہوا۔ درمیان میں مخاطبین کی تنبیہ کے لئے "ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ" سے حق تعالیٰ کا کلام تھا میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ اس کو "وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ الخ" کے ساتھ لگایا جائے۔ یعنی (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

Brought To You By www.e-iqra.info

کتاب میں مریم و مسیح کا حال سُنا کر جو مذکور ہو چکا، کہدو کہ میرا اور تمہارا سب کا رب اللہ ہے۔ تنہا اُسی کی بندگی کرو۔ بیٹے، پوتے مت بناؤ۔ سیدھی راہ توحید خالص کی ہے جس میں کچھ اَیچ پیچ نہیں۔ سب انبیاء اسی کی طرف ہدایت کرتے آئے۔ لیکن لوگوں نے بہت سے فرقے بنا لئے اور جُدی جُدی راہیں نکال لیں۔ سو جو لوگ توحید کا انکار کر رہے ہیں، انہیں بڑے ہولناک دن (روز قیامت) کی تباہی سے خبردار رہنا چاہئے جو یقیناً پیش آنے والی ہے۔

(۴۴) **آخرت میں کفّار کا دیکھنا سُننا** یعنی آج تو جبکہ سُننا اور دیکھنا مفید تھا، بالکل اندھے بہرے بنے ہوئے ہیں اور قیامت کے دن جب دیکھنا سننا کچھ فائدہ نہ دیگا، آنکھیں اور کان خوب کُھل جائیں گے اس وقت وہ باتیں سُنیں گے جن سے جگر پھٹ جائیں اور وہ منظر دیکھیں گے جس سے چہرے سیاہ ہو جائیں۔ نعوذ باللہ منہ۔

(۴۵) کافروں کو پچتانے کے بہت مواقع پیش آئیں گے۔ آخری موقع وہ ہوگا جب موت کو مینڈھے کی صورت میں لاکر بہشت و دوزخ کے درمیان سب کو دکھا کر ذبح کیا جائیگا اور ندا آئیگی کہ بہشتی بہشت میں اور دوزخی دوزخ میں ہمیشہ کے لئے رہ پڑے، اس کے بعد کسی کو موت آنیوالی نہیں۔ اس وقت کافر بالکل ناامید ہو کر حسرت سے ہاتھ کاٹیں گے لیکن اب پچتائے کیا ہوت ہے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

(۴۶) **کفّار کی غفلت** یعنی اس وقت انہیں یقین نہیں کہ واقعی ایسا دن آنے والا ہے وہ غفلت کے نشہ میں مخمور ہیں اور بڑی بھاری بھول میں پڑے ہیں۔ کاش اس وقت آنکھیں کھولتے اور اپنے نفع نقصان کو سمجھتے اُس دن پچتانے سے حسرت و افسوس کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ "اَلْاٰنَ قَدْ نَدِمْتَ وَمَا يَنْفَعُ النَّدَمُ"

(۴۷) یعنی کسی کا مُلک یا ملک باقی نہ رہے گی۔ ہر چیز براہ راست مالک حقیقی کی طرف لوٹ جائے گی۔ وہ ہی بلا واسطہ حاکم و متصرف علی الاطلاق ہوگا۔ جس چیز میں جس طرح چاہیگا اپنی حکمت کے موافق تصرف کریگا دنیا کے جن سامانوں نے تم کو غفلت میں ڈال رکھا ہے سب کا ایک ہی وارث باقی رہ جائیگا۔ مِلک و مُلک کے لمبے چوڑے دعوے رکھنے والے سب فنا کے گھاٹ اُتار دیے جائیں گے۔

(۴۸) **حضرت ابراہیمؑ سچے نبی تھے** گذشتہ رکوع میں حضرت مسیح و مریم کا قصہ بیان فرما کر نصاریٰ کا رد کیا گیا تھا جو ایک آدمی کو خدا بنا رہے ہیں۔ اس رکوع میں مشرکین مکہ کو شرمانے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ سنایا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے باپ تک کو کس طرح شرک و بت پرستی سے روکا اور آخرکار وطن و اقارب کو چھوڑ کر خدا کے واسطے ہجرت اختیار کی۔ مشرکین مکہ کا دعویٰ تھا کہ وہ ابراہیم کی اولاد ہیں اور اُسی کے دین پر ہیں۔ اُنہیں بتلایا گیا کہ بت پرستی کے متعلق تمہارے باپ ابراہیم کا رویہ کیا رہا ہے۔ اگر آباؤ اجداد کی تقلید کرنا چاہتے ہو تو ایسے باپ کی تقلید کرو۔ اور مشرک باپ دادوں سے اُسی طرح بیزار ہو جاؤ جیسے ابراہیم علیہ السلام ہو گئے تھے۔

(۴۹) "صِدّیق" کے معنی ہیں "بہت زیادہ سچ کہنے والا، جو اپنی بات کو عمل سے سچا کر دکھائے۔ یا وہ راستباز پاک طینت جس کے قلب میں سچائی کو قبول کرنے کی نہایت اعلیٰ و اکمل استعداد موجود ہو۔ جو بات خدا کی طرف سے پہنچے بلا توقف اُس کے دل میں اُتر جائے، شک و تردد کی گنجائش ہی نہ رہے۔ ابراہیم علیہ السلام ہر ایک معنی سے صدیق تھے۔ اور چونکہ صدّیقیّت کے لئے نبوّت لازم نہیں اس لئے آگے "صِدِّیْقًا" کے ساتھ "نَبِیًّا" فرما کر نبوّت کی تصریح کر دی یہیں سے معلوم ہو گیا کہ کذبات ثلثہ کی حدیث اور "نحن احق بالشك من ابراهيم" وغیرہ روایات میں کذب و شک کے وہ معنی مراد نہیں جو سطح کلام سے مفہوم ہوتے ہیں۔

(۵۰) **حضرت ابراہیمؑ کی اپنے والد کو تبلیغ** یعنی جو چیز دیکھتی سنتی ہو اور مشکلات میں کچھ کام آسکے مگر واجب الوجود نہ ہو، اسکی عبادت بھی جائز نہیں۔ چہ جائیکہ ایک پتھر کی بے جان مورتی جو نہ سنے نہ دیکھے نہ ہمارے کسی کام آئے، خود ہمارے ہاتھ کی تراشی ہوئی۔ اس کو معبود

(۵۱) یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھ کو توحید و معاد وغیرہ کا صحیح علم دیا اور حقائق شریعت سے آگاہ کیا ہے۔ اگر تم میری پیروی کرو گے تو سیدھی راہ پر

Brought To You By www.e-iqra.info

لے چلونگا۔ جو رضائے حق تک پہنچانے والی ہے اس کے سوا سب راستے ٹیڑھے ترچھے ہیں جن پر چل کر کوئی شخص نجات حاصل نہیں کر سکتا۔

يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۴﴾ يٰٓاَبَتِ اِنِّىْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ

اے باپ میرے مت پوج شیطان کو بیشک شیطان ہے رحمٰن کا نافرمان ف۵۲ اے باپ میرے میں ڈرتا ہوں کہیں آلگے تجھ کو

عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿۴۵﴾ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِىْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ

ایک آفت رحمٰن سے پھر تو ہو جائے شیطان کا ساتھی ف۵۳ وہ بولا کیا تو پھرا ہوا ہے میرے ٹھاکروں سے اے ابراہیم اگر تو

لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِىْ مَلِيًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّىْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِىْ حَفِيًّا ﴿۴۷﴾

باز نہ آئیگا تو تجھ کو سنگسار کرونگا اور دور ہو جا میرے پاس ایک مدت ف۵۴ کہا تیری سلامتی رہے ف۵۵ میں گناہ بخشواؤنگا تیرا اپنے رب سے بیشک وہ ہے مجھ پر مہربان ف۵۶

وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّىْ ۡ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَاۗءِ رَبِّىْ شَقِيًّا ﴿۴۸﴾

اور چھوڑتا ہوں تم کو اور جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا اور میں بندگی کرونگا اپنے رب کی اُمید ہے کہ نہ رہونگا اپنے رب کی بندگی کر کر محروم ف۵۷

فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾

پھر جب جدا ہوا ان سے اور جن کو وہ پوجتے تھے اللہ کے سوا بخشا ہم نے اس کو اسحٰق اور یعقوب اور دونوں کو نبی کیا ف۵۸

وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى ۡ اِنَّهٗ ع ۶ ۳

اور دیا ہم نے ان کو اپنی رحمت سے اور کہا اُنکے واسطے سچا بول۔ اُونچا ف۵۹ اور مذکور کر کتاب میں موسیٰ کا ف۶۰ بیشک

كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۱﴾ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿۵۲﴾

وہ تھا چنا ہوا اور تھا رسول نبی ف۶۱ اور پکارا ہم نے اسکو داہنی طرف سے طور پہاڑ کی اور نزدیک بلایا اسکو بھید کہنے کو ف۶۲

(۵۲) بتوں کو پوجنا شیطان کے اغواء سے ہوتا ہے اور شیطان اس حرکت کو دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے بتوں کی پرستش گویا شیطان کی پرستش ہوئی۔ اور نافرمان کی پرستش رحمان کی انتہائی نافرمانی ہے۔ شاید لفظ "عصی" میں ادھر بھی توجہ دلائی ہو کہ شیطان کی پہلی نافرمانی کا اظہار اس وقت ہوا تھا جب تمہارے باپ آدم کے سامنے سربسجود ہونے کا حکم دیا گیا، لہٰذا اولاد آدم کے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ رحمٰن کو چھوڑ کر اپنے اُس قدیم ازلی دشمن کو معبود بنالیں۔

(۵۳) یعنی رحمان کی رحمت عظیمہ تو چاہتی ہے کہ تمام بندوں پر شفقت و مہربانی ہو، لیکن تیری بداعمالیوں کی شامت سے ڈر ہے کہ ایسے حلیم و مہربان خدا کو غصہ نہ آجائے اور تجھ پر کوئی سخت آفت نازل نہ کردے جس میں پھنس کر تو ہمیشہ کے لئے شیطان کا ساتھی بن جائے۔ یعنی کفر و شرک کی مزاولت سے آئندہ ایمان و توبہ کی توفیق نصیب نہ ہو اور اولیاء الشیطان کے گروہ میں شامل کر کے دائمی عذاب میں ڈھکیل دیا جائے۔ عموماً مفسرین نے یہ ہی معنی لئے ہیں۔ مگر حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی کفر کے وبال سے کچھ آفت آئے اور تو مدد مانگنے لگے شیطان سے یعنی بتوں سے، اکثر لوگ ایسے ہی وقت شرک کرتے ہیں" واللہ اعلم۔ تقریر رکن۔

(۵۴) حضرت ابراہیمؑ کے والد کا غصہ | باپ نے حضرت ابراہیم کی گر کہا "معلوم ہوتا ہے کہ تو ہمارے معبودوں سے بدعقیدہ ہے۔ بس اپنی

لہ معبودوں۔ ۲ پتھراؤ۔ ۳ قول۔

Brought To You By www.e-iqra.info

بد اعتقادی اور وعظ و نصیحت کو رہنے دے، ورنہ تجھ کو کچھ اور سننا پڑے گا بلکہ میرے ہاتھوں سنگسار ہونا پڑے گا۔ اگر اپنی خیر چاہتا ہے تو میرے پاس سے ایک مدت (عمر بھر) کے لئے دور ہو جا۔ میں تیری صورت دیکھنا نہیں چاہتا۔ اس سے پہلے کہ میں تجھ پر ہاتھ اٹھاؤں یہاں سے روانہ ہو جا۔

(۵۵) **حضرت ابراہیمؑ کی اپنے والد سے جدائی** یہ رخصت یا متارکت کا سلام ہے۔ جیسے ہمارے محاورات میں ایسے موقع پر کہدیتے ہیں کہ "فلاں بات یوں ہے تو ہمارا سلام لو"۔ دوسری جگہ فرمایا "وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ (القصص رکوع ۶) حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "معلوم ہوا اگر دین کی بات سے ماں باپ ناخوش ہوں اور گھر سے نکالنے لگیں اور بیٹا ماں باپ کو میٹھی بات کہہ کر نکل جائے وہ بیٹا عاق نہیں"۔

(۵۶) **والد کیلئے استغفار کا وعدہ** اُمید ہے اپنی مہربانی سے میرے باپ کے گناہ معاف فرما دے گا۔ حضرت ابراہیمؑ نے استغفار کا وعدہ ابتداءً کیا تھا۔ چنانچہ استغفار کرتے رہے جب اللہ کی مرضی نہ دیکھی تب موقوف کیا۔ یہ بحث سورۂ توبہ (براءۃ) میں مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ الخ کے تحت میں گذر چکی ہے۔ ملاحظہ کر لی جائے۔

(۵۷) **حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت** یعنی میری نصیحت کا جب کوئی اثر تم پر نہیں، بلکہ اُلٹا مجھے دھمکیاں دیتے ہو، تو اب میں خود تمہاری بستی میں رہنا نہیں چاہتا۔ تم کو اور تمہارے جھوٹے معبودوں کو چھوڑ کر وطن سے ہجرت کرتا ہوں تاکہ یکسو ہو کر اطمینان سے خدائے واحد کی عبادت کر سکوں حق تعالیٰ کے فضل و رحمت سے کامل اُمید ہے کہ اس کی بندگی کر کے میں محروم و ناکام نہیں رہونگا۔ غربت و بیکسی میں جب اس کو پکاروں گا، اُدھر سے ضرور اجابت ہوگی۔ میرا خدا پتھر کی مورتی نہیں کہ کتنا ہی چیخو چلاؤ سُن ہی نہ سکے۔

(۵۸) **حضرت ابراہیمؑ پر اللہ تعالیٰ کے انعامات** یعنی اللہ کی راہ میں ہجرت کی اور اپنوں سے دور پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن سے بہتر اپنے دیے تاکہ غریب الوطنی کی وحشت دور ہو اور اُنس و سکون حاصل کریں۔ شاید حضرت اسمٰعیل کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ وہ اُن کے پاس نہیں رہے بچپن ہی میں جُدا کر دیے گئے تھے۔ نیز اُن کا مستقل تذکرہ آگے آنے والا ہے (تنبیہ) حضرت اسحاق حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے اور حضرت یعقوب حضرت اسحٰق کے بیٹے ہیں۔ ان ہی سے سلسلہ بنی اسرائیل کا چلا۔ جن میں سیکڑوں نبی ہوئے۔

(۵۹) یعنی اپنی رحمت خاصہ سے اُن کو بڑا حصہ عنایت فرمایا اور دنیا میں بول بالا کیا اور ہمیشہ کے لئے اُن کا ذکر خیر جاری رکھا۔ چنانچہ تمام مذاہب و ملل اُن کی تعظیم و توصیف کرتے ہیں اور اُمت محمدیہ دائماً اپنی نمازوں میں پڑھتی ہے "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ"۔ فی الحقیقت یہ حضرت ابراہیم کی دعا "وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ" کی مقبولیت کا ثمرہ ہے۔

(۶۰) **حضرت موسیٰؑ کے واقعہ کی تذکیر** یعنی قرآن کریم میں جو حال موسیٰؑ کا بیان کیا جا رہا ہے، لوگوں کے سامنے ذکر کیجئے۔ کیونکہ وہ اسحٰق و یعقوب کی نسل سے اسرائیلی سلسلہ کے اولوالعزم پیغمبر اور مشرع اعظم ہوئے ہیں۔ اور جس طرح حضرت یحییٰ و عیسیٰؑ کے تذکرہ میں خصوصیت کے ساتھ عیسائیوں کی اصلاح اور ابراہیم کے ذکر میں مشرکین مکہ کو متنبہ کرنا مقصود تھا، حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تذکرہ سے شاید "یہود" کو بتانا ہو کہ قرآن کس قدر کشادہ دلی سے اُن کے مقتدائے اعظم کے واقعی کمالات و محاسن کا اعلان کرتا ہے۔ یہود کو چاہئے کہ وہ بھی اپنے اس جلیل القدر پیغمبر کی صریح پیشین گوئی کے موافق اسمٰعیلی نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی رسالت و نبوت کا کھلے دل سے اعتراف کریں۔ شاید اسی لئے حضرت کے بعد روئے سخن حضرت اسمٰعیل کی طرف پھیر دیا گیا۔

(۶۱) **رسول اور نبی کا فرق** جس آدمی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئے وہ "نبی" ہے۔ انبیاء میں سے جن کو خصوصی امتیاز حاصل ہو، یعنی

Brought To You By www.e-iqra.info

مکذبین کے مقابلہ پر جُداگانہ اُمّت کی طرف مبعوث ہوں یا نئی کتاب اور مستقل شریعت رکھتے ہوں، وہ "رسول نبی" یا "نبی رسول" کہلاتے ہیں۔ شرعیات میں جزئی تصرّف مثلاً کسی عام کی تخصیص یا مطلق کی تقیید وغیرہ رسول کے ساتھ مخصوص نہیں عام انبیاء بھی کر سکتے ہیں۔ باقی غیر انبیاء پر رسول یا مرسل کا اطلاق جیسا کہ قرآن کے بعض مواضع میں پایا جاتا ہے وہ اس معنی مصطلح کے اعتبار سے نہیں۔ وہاں دوسری حیثیات معتبر ہیں۔ واللہ اعلم۔

(۶۲) **حضرت موسیٰؑ سے حق تعالیٰ کا کلام** یعنی موسیٰ علیہ السّلام جب آگ کی چمک محسوس کر کے "طور" پہاڑ کی اس مبارک و میمون جانب میں پہنچ گئے جو اُن کے دائیں ہاتھ مغرب کی طرف واقع تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو پکارا اور ہم کلامی کا شرف بخشا۔ تفصیل سورۂ "طٰہٰ" میں آئیگی کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السّلام اُس وقت ہر جہت اور ہر بُن مو سے خدا کا کلام سُن رہے تھے جو بدون توسّط فرشتے کے ہو رہا تھا۔ اور روحانی طور پر اس قدر قرب و علوم حاصل تھا کہ غیبی قلموں کی آواز سنتے تھے جن سے تورات نقل کی جا رہی تھی وحی کو "بعید" اس لئے فرمایا کہ اس وقت کوئی بشر استماع میں شریک نہ تھا۔ گو بعد میں اوروں کو بھی خبر کر دی گئی۔ واللہ اعلم۔

وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿۵۳﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۚ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ

اور بخشا ہم نے اُس کو اپنی مہربانی سے بھائی اُس کا ہارون نبی ف۶۳ اور مذکور کر کتاب میں اسمٰعیل کا وہ تھا وعدہ کا سچا

الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۴﴾ وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۚ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾

اور تھا رسول نبی ف۶۴ اور حکم کرتا تھا اپنے گھر والوں کو نماز کا اور زکوٰۃ کا ف۶۵ اور تھا اپنے رب کے یہاں پسندیدہ ف۶۶

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۚ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۵۶﴾ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

اور مذکور کر کتاب میں ادریس کا وہ تھا سچا نبی ف۶۷ اور اٹھا لیا ہم نے اسکو ایک اونچے مکان پر ف۶۸ یہ لوگ ہیں جن پر انعام

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۖ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ

کیا اللہ نے پیغمبروں میں آدم کی اولاد میں اور اُن میں جنکو سوار کر لیا ہم نے نوح کیساتھ اور ابراہیم کی اولاد میں

وَاِسْرَآءِيْلَ ۖ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۭ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ﴿۵۸﴾ فَخَلَفَ

اور اسرائیل کی ف۶۹ اور اُن میں جن کو ہم نے ہدایت کی اور پسند کیا ف۷۰ جب اُن کو سُنائی آیتیں رحمٰن کی گرتے ہیں سجدہ میں اور روتے ہوئے ف۷۱ پھر اُن کی جگہ

مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿۵۹﴾

آئے ناخلف کھو بیٹھے نماز اور پیچھے پڑ گئے مزوں کے سو آگے دیکھ لیں گے گمراہی کو ف۷۲

(۶۳) **حضرت ہارونؑ پر اللہ کی رحمت** یعنی ہارون علیہ السّلام حضرت موسیٰ کے کام میں مددگار ہوئے جیسا کہ انھوں نے خود درخواست کی تھی۔ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ (القصص رکوع ۴) اور وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ هٰرُوْنَ اَخِي الخ (طٰہٰ رکوع ۲) حق تعالیٰ نے درخواست قبول فرمائی اور ہارونؑ کو نبی بنا کر اُن کی اعانت و تقویت کے لئے دیدیا ویسے عمر میں حضرت ہارون بڑے تھے۔ کہتے ہیں کہ دنیا میں کسی نے اپنے بھائی کے لئے اُس سے بڑی شفاعت نہیں کی جو موسیٰ علیہ السّلام

ف۲ گر پڑتے ہیں سجدہ کرتے ہوئے۔

Brought To You By www.e-iqra.info

نے حضرت ہارونؑ کے لئے کی تھی۔

(۶۴) **حضرت اسمٰعیلؑ کی مدح اور حضرت اسحٰق پر فضیلت** اس سے حضرت اسمٰعیل کی فضیلت حضرت اسحاق پر ظاہر ہوتی ہے کیونکہ ان کو صرف نبی فرمایا اور اسمٰعیل کو رسول نبی کہا گیا ہے۔ صحیح مسلم میں حدیث ہے "اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی مِنْ وَلَدِ اِبْرَاھِیْمَ اِسْمَاعِیْلَ" (ابراہیم کی اولاد میں سے اللہ نے اسمٰعیل کو چن لیا) حضرت اسمٰعیل عرب حجاز کے مورث اعلیٰ اور ہمارے پیغمبر علیہ السّلام کے اجداد میں سے ہیں جو ابراہیمی شریعت دے کر "بنی جرہم" کی طرف مبعوث ہوئے۔ اُن کا صادق الوعد ہونا مشہور تھا۔ خدا سے یا بندوں سے جو وعدہ کیا پورا کر کے دکھلایا ایک شخص سے وعدہ کیا کہ جب تک تو آئے میں اسی جگہ رہونگا۔ کہتے ہیں وہ ایک برس نہ آیا، یہ وہیں رہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی منقول ہے کہ قبل از بعثت آپ سے عبداللہ بن ابی الحمساء نے کہا کہ آپ یہاں ٹھہریے میں ابھی آتا ہوں۔ آپ تین دن تک اُسی جگہ رہے۔ جب وہ واپس آیا تو فرمایا کہ تو نے ہم کو تکلیف دی میں حسب وعدہ تین دن سے یہیں ہوں" حضرت اسمٰعیل کے وعدہ کی انتہائی سچائی اُس وقت ظاہر ہوئی جب اپنے باپ ابراہیم سے کہا تھا "یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ" (صافات رکوع ۳) اور اسی طرح کر کے دکھایا۔

(۶۵) **حضرت اسمٰعیل کی گھر والوں کو تبلیغ** کیونکہ گھر والے قریب ہونے کی وجہ سے ہدایت کے اوّل مستحق ہیں۔ اُن سے آگے کو سلسلہ چلتا ہے۔ اُسی لئے دوسری جگہ فرمایا "وَاْمُرْ اَھْلَکَ بِالصَّلٰوۃِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْھَا" (طٰہٰ۔ رکوع ۸) اور "یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا"۔ (تحریم۔ رکوع ۱) خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہی ارشاد ہوا۔ "وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ" (شعراء رکوع ۱۱) بعض کہتے ہیں کہ یہاں "اہل" سے اُن کی ساری قوم مراد ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن مسعود کے مصحف میں "اَہْلَہٗ" کی جگہ "قَوْمَہٗ" تھا۔ واللہ اعلم۔

(۶۶) یعنی دوسروں کو ہدایت کرنا اور خود اپنے اقوال و افعال میں پسندیدہ مستقیم الحال اور مرضی الخصال تھا۔

(۶۷) **حضرت ادریس علیہ السّلام** راجح یہ ہے کہ ادریس علیہ السّلام حضرت آدمؑ اور نوحؑ کے درمیانی زمانہ میں گزرے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ دنیا میں نجوم و حساب کا علم، قلم سے لکھنا، کپڑا سینا، ناپ تول کے آلات اور اسلحہ کا بنانا اوّل ان سے چلا۔ واللہ اعلم۔ شب معراج میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھے آسمان پر ان سے ملاقات ہوئی۔

(۶۸) **حضرت ادریسؑ کا مقام رفعت** یعنی قرب و عرفان کے بہت بلند مقام اور اُونچی جگہ پر پہنچایا۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت مسیح کی طرح وہ بھی زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ اور اب تک زندہ ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ آسمان پر لیجا کر روح قبض کی گئی۔ اُنکے متعلق بہت سی اسرائیلیات مفسرین نے نقل کی ہیں۔ ابن کثیرؒ نے اُن پر تنقید کی ہے۔ واللہ اعلم۔

(۶۹) **یہی لوگ انعام والے ہیں** یعنی جن انبیاء کا ابتدائے سورۃ سے یہاں تک ذکر ہوا۔ اسی قسم کے لوگوں پر حق تعالیٰ نے اپنے انعامات کی بارش کی ہے۔ یہ سب آدم کی اولاد ہیں اور ادریس کے سوا باقی سب اُن کی اولاد بھی ہیں جنہیں نوح کے ساتھ ہم نے کشتی پر سوار کیا تھا اور بعض ابراہیم کی ذریت میں ہیں۔ مثلاً اسحاق، یعقوب، اسمٰعیل علیہم السّلام، اور بعض اسرائیل (یعقوب) علیہ السّلام کی نسل سے ہیں مثلاً موسیٰ، ہارون، زکریا، یحییٰ، عیسیٰ علیہم السّلام۔

(۷۰) یعنی طریق حق کی طرف ہدایت کی اور منصب نبوت و رسالت کے لئے پسند کر لیا۔

(۷۱) **تلاوت قرآن کا ادب** یعنی باوجود اس قدر علو مقام اور معراج کمال پر پہنچنے کے شان عبودیت و بندگی میں کامل ہیں۔ اللہ کا کلام سُن کر اور اُس کے مضامین سے متاثر ہو کر نہایت عاجزی اور خشوع و خضوع کے ساتھ سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور اُس کو یاد کر کے روتے ہیں

Brought To You By www.e-iqra.info

اسی لئے علماء کا اجماع ہے کہ اس آیت پر سجدہ کرنا چاہیئے۔ تاان مقربین کے طرز عمل کو یاد کر کے ایک طرح کی مشابہت اُن سے حاصل ہو جائے۔ روایات میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سورہ مریم پڑھ کر سجدہ کیا اور فرمایا "ہٰذا السُّجُوْدُ فَاَیْنَ البکی" (یہ تو سجدہ ہوا، آگے بکاء کہاں ہے) بعض مفسرین نے یہاں "آیات الرحمٰن" سے خاص آیات سجود اور "سُجَّدًا" سے سجود تلاوت مراد لیا ہے۔ مگر ظاہر وہ ہی ہے جو تقریر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ قرآن کی تلاوت کرو اور روؤ، اگر رونا نہ آئے تو (کم از کم) رونے کی صورت بنالو۔

(۷۲) نماز ضائع کرنے والوں کی سزا وہ تو اگلوں کا حال تھا۔ یہ پچھلوں کا ہے کہ دنیا کے مزوں اور نفسانی خواہشات میں پڑ کر خدا تعالیٰ کی عبادت سے غافل ہو گئے نماز جو اہم العبادات ہے اُسے ضائع کر دیا۔ بعض تو فرضیت ہی کے منکر ہو گئے۔ بعض نے فرض جانا مگر پڑھی نہیں۔ بعض نے پڑھی تو جماعت اور وقت وغیرہ شروط وحقوق کی رعایت نہ کی ان میں سے ہر ایک درجہ بدرجہ اپنی گمراہی کو دیکھ لے گا کہ کیسے خسارہ اور نقصان کا سبب بنتی ہے اور کس طرح کی بدترین سزا میں پھنساتی ہے۔ حتیٰ کہ ان میں سے بعض کو جہنم کی اُس بدترین وادی میں ڈھکیلا جائیگا۔ جس کا نام ہی "غیّ" ہے۔

إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْئًا ﴿٦٠﴾ جَنَّاتِ

مگر جس نے توبہ کی اور یقین لایا اور کی نیکی سو وہ لوگ جائیں گے بہشت میں اور اُن کا حق ضائع نہ ہوگا کچھ ف۷۳ باغوں میں

عَدْنٍ الَّتِي وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ عِبَادَهُ بِالْغَيْبِ ۚ إِنَّهُ كَانَ وَعْدُهُ مَأْتِيًّا ﴿٦١﴾ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا إِلَّا

بسنے کے جن کا وعدہ کیا ہے رحمٰن نے اپنے بندوں سے اُنکے بن دیکھے بیشک ہے اُس کے وعدہ پر پہنچنا ف۷۴ نہ سنیں گے وہاں بک بک سوائے

سَلَامًا ۖ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًّا ﴿٦٢﴾ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿٦٣﴾ وَمَا

سلام ف۷۵ اور اُنکے لئے ہے اُنکی روزی وہاں صبح اور شام ف۷۶ یہ وہ بہشت ہے جو میراث دینگے ہم اپنے بندوں میں جو کوئی ہوگا پرہیزگار ف۷۷ اور ہم

نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ ۖ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿٦٤﴾ رَبُّ

نہیں اُترتے مگر حکم سے تیرے رب کے اُسی کا ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو ہمارے پیچھے اور جو اس کے بیچ میں ہے اور تیرا رب نہیں ہے بھولنے والا ف۷۸ رب

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ ۚ هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾ وَيَقُولُ ع ۱۵ ۷

آسمانوں کا اور زمین کا اور جو اُن کے بیچ ہے سو اُسی کی بندگی کر اور قائم رہ اس کی بندگی پر ف۷۹ کسی کو پہچانتا ہے تو اسکے نام کا ف۸۰ اور کہتا ہے

الْإِنْسَانُ أَإِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ أُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾ أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ

آدمی کیا جب میں مرجاؤں تو پھر نکلونگا زندہ ہو کر ف۸۱ کیا یاد نہیں رکھتا آدمی کہ ہمنے اُس کو بنایا پہلے سے اور وہ کچھ چیز

شَيْئًا ﴿٦٧﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿٦٨﴾ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ

نہ تھا ف۸۲ سو قسم ہے تیرے رب کی ہم گھیر بلائینگے اُنکو اور شیطانوں کو ف۸۳ پھر سامنے لائیں گے گرد دوزخ کے گھٹنوں پر گرے ہوئے ف۸۴ پھر جدا کریں گے ہم ہر ایک فرقہ میں

شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾ ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلَىٰ بِهَا صِلِيًّا ﴿٧٠﴾

سے جو نسا اُن میں سے سخت رکھتا تھا رحمٰن سے اکڑ پھر ہم کو خوب معلوم ہیں جو بہت قابل ہیں اُس میں داخل ہونیکے ف۸۵

ف۱ جھونکنے کے۔

Brought To You By www.e-iqra.info

(۷۳) **توبہ کرنے والوں کی فضیلت** یعنی توبہ کا دروازہ ایسے مجرموں کے لئے بھی بند نہیں جو گناہگار سچے دل سے توبہ کر کے ایمان و عمل صالح کا راستہ اختیار کر لے اور اپنا چال چلن درست رکھے بہشت کے دروازے اُس کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔ توبہ کے بعد جو نیک اعمال کریگا سابق جرائم کی بناء پر اُس کے اجر میں کچھ کمی نہیں کی جائے گی نہ کسی قسم کا حق ضائع ہوگا۔ حدیث میں ہے۔ "اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ" (گناہ سے توبہ کرنیوالا ایسا ہے گویا اُس نے گناہ کیا ہی نہ تھا) اَللّٰهُمَّ تُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔

(۷۴) **جنّت کے انعامات** جب یہ بندے ان دیکھی چیزوں پر پیغمبروں کے فرمانے سے ایمان لائے، بن دیکھے خدا کی عبادت کی، تو اللہ نے اُن سے جنّت کی ان دیکھی نعمتوں کا وعدہ فرمالیا۔ جو ضرور بالضرور پورا ہو کر رہے گا۔ کیونکہ خدا کے وعدے بالکل حتمی اور اٹل ہوتے ہیں۔

(۷۵) یعنی جنّت میں لغو و بیکار باتیں اور بیہودہ شور و شغب نہ ہوگا۔ ہاں فرشتوں اور مومنین کی طرف سے "سلامٌ علیک" کی آوازیں بلند ہونگی۔

(۷۶) صبح و شام سے جنت کی صبح و شام مراد ہے وہاں دنیا کی طرح طلوع و غروب نہ ہوگا۔ جس سے رات دن اور صبح و شام مقرر کی جائے بلکہ خاص قسم کے انوار کا تواردو تنوّع ہوگا۔ جس کے ذریعہ سے صبح و شام کی تحدید و تعیین کی جائیگی۔ حسب عادت و معمول صبح و شام جنت کی روزی پہنچے گی۔ ایک منٹ کے لئے بھوک کی تکلیف نہیں ستائے گی وہ روزی کیا ہوگی؟ اس کی کیفیت خدا ہی جانے۔ حدیث میں ہے "يُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا" (جنتی صبح و شام حق تعالیٰ کی تسبیح کہیں گے) گویا جسمانی غذا کے ساتھ روحانی غذا بھی ملتی رہے گی۔

(۷۷) **جنّت متقین کی میراث ہے** یعنی میراث آدم کی کہ اوّل اُن کو بہشت ملی ہے۔ اور شاید لفظ میراث اس لئے اختیار فرمایا ہو کہ اقسام تملیک میں یہ سب سے زیادہ اتم و احکم قسم ہے جس میں نہ فسخ کا احتمال نہ لوٹائے جانے کا نہ ابطال و اقالہ کا۔

(۷۸) **حضرت جبریلؑ کا نزول بھی اللہ کے حکم کے تابع ہے** ایک مرتبہ جبریل کئی روز تک نہ آئے۔ آپ منقبض تھے، کفّار نے کہنا شروع کیا کہ محمد کو اُس کے رب نے خفا ہو کر چھوڑ دیا ہے۔ اس طعن سے اور آپ زیادہ دلگیر ہوئے۔ آخر جبریل تشریف لائے۔ آپ نے اتنے روز تک نہ آنے کا سبب پوچھا۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا "مَا يَمْنَعُكَ اَنْ تَزُوْرَنَا اَكْثَرَ مِمَّا تَزُوْرُنَا" (جتنا تم آتے ہو اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے؟) اللہ تعالیٰ نے جبریل کو سکھلایا کہ جواب میں یوں کہو "وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ الخ" یہ کلام ہوا اللہ کا جبریل کی طرف سے۔ جیسا اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" میں ہم کو سکھلایا ہے حاصل جواب یہ ہے کہ ہم خالص عبد مامور ہیں، بدون حکم الٰہی ایک پر نہیں ہلا سکتے۔ ہمارا چڑھنا اُترنا سب اُس کے حکم و اذن کے تابع ہے وہ جس وقت اپنی حکمت کاملہ سے مناسب جانے ہم کو نیچے اُترنے کا حکم دے، کیونکہ ہر زمانہ (ماضی، مستقبل، حال) اور ہر مکان (آسمان زمین اور اُن کے درمیان) کا علم اُسی کو ہے اور وہی ہر چیز کا مالک و قابض ہے۔ وہ ہی جانتا ہے کہ فرشتہ کو پیغمبر کے پاس کس وقت بھیجنا چاہیئے۔ مقرب ترین فرشتہ اور معظم ترین پیغمبر کو بھی یہ اختیار نہیں کہ جب چاہے کہیں چلا جائے یا کسی کو اپنے پاس بلا لے۔ خدا کا ہر کام برمحل اور بروقت ہے۔ بھول چوک یا نسیان غفلت کی اُس کی بارگاہ میں رسائی نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جبریل کا جلد یا بدیر آنا بھی اُس کی حکمت و مصلحت کے تابع ہے (تنبیہ اوّل) ہمارے آگے پیچھے" کہا آسمان و زمین کو اُترتے ہوئے زمین آگے، آسمان پیچھے، چڑھتے ہوئے وہ پیچھے یہ آگے، اور اگر "آگے پیچھے" سے تقدم و تاخر زمانی مراد ہو تو زمانہ مستقبل آگے آنیوالا اور زمانہ ماضی پیچھے گذر چکا ہے اور زمانہ حال دونوں کے بیچ میں واقع ہے (تنبیہ دوم) پہلے فرمایا تھا کہ جنت کے وارث اتقیا (خدا سے ڈرنے والے پرہیزگار) ہیں۔ اس آیت میں بتلا دیا کہ ڈرنے کے لائق وہ ہی ذات ہو سکتی ہے جس کے قبضہ میں تمام زمان و مکان ہیں۔ اور جس کے حکم و اجازت کے بدون بڑے سے بڑا فرشتہ بھی پَر نہیں ہلا سکتا۔ انسان کو چاہیئے اگر وہ جنت کی میراث لینا چاہتا ہے کہ فرشتوں کی طرح حکم الٰہی کا مطیع و منقاد بن جائے۔ اور ادھر بھی اشارہ ہو گیا کہ خدا اپنے مخلص بندوں کو یہاں نہیں بھولتا، وہاں بھی نہیں بھولیگا ضرور جنت میں پہنچا کر چھوڑیگا۔ ہاں ہر چیز کا ایک وقت ہے۔ جنت میں ہر ایک کا نزول بھی اپنے اپنے وقت پر ہوگا۔ اور جیسے

Brought To You By www.e-iqra.info

یہاں پیغمبر کے پاس فرشتے حکم الٰہی کے موافق وقت معین پر آتے ہیں، جنت میں جنتیوں کی غذاء روحانی و جسمانی بھی صبح و شام اوقات مقررہ پر آئے گی۔

(۷۹) یعنی کسی کے کہنے سُننے کی پروا مت کر۔ اپنے دل کو خدا کی بندگی پر جمائے رکھ جو سارے جہان کا رب ہے اور سب سے نرالی صفات رکھتا ہے۔

(۸۰) اللہ کے نام اُس کی صفات ہیں۔ یعنی کوئی ہے اُس کی صفت کا؟ جس میں اُس جیسی صفات موجود ہوں؟ جب کوئی نہیں تو بندگی کے لائق اور کون ہو سکتا ہے؟

(۸۱) **بعث بعد الموت پر شبہات** گذشتہ رکوع میں نیکوں اور بدوں کا انجام بیان فرمایا تھا جو مرنے کے بعد ہوگا جو لوگ مر کر زندہ ہونے کو محال یا مستبعد سمجھتے ہیں یہاں اُن کے شبہات کا جواب دیا جاتا ہے یعنی آدمی انکار و تعجب کی راہ سے کہتا ہے کہ مر گل کر جب ہماری ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو گئیں اور مٹی میں مل کر مٹی بن گئے۔ کیا اُس کے بعد پھر ہم قبروں سے زندہ کر کے نکالے جائیں گے۔ اور پردہ عدم سے نکل کر پھر منصۂ وجود پر جلوہ گر ہوں گے۔

(۸۲) **اس شبہ کا جواب** یعنی آدمی ہو کر اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھتا کہ چند روز پہلے وہ کوئی چیز نہ تھا۔ حق تعالیٰ نے نابود سے بود کیا۔ کیا وہ ذات جو لاشے کو شے اور معدوم محض کو موجود کر دے، اس پر قادر نہیں کہ ایک چیز کو فنا کر کے دوبارہ پیدا کر سکے۔ آدمی کو اپنی پہلی ہستی کی کیفیت یاد نہیں رہی جو دوسری ہستی کا مذاق اڑاتا ہے۔ وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ (الروم رکوع ۳)

(۸۳) یعنی یہ منکرین اُن شیاطین کی معیت میں قیامت کے دن خدا کے سامنے حاضر کئے جائیں گے جو اغواء کر کے انہیں گمراہ کرتے تھے ہر مجرم کا شیطان اُس کے ساتھ پکڑا ہوا آئیگا۔

(۸۴) **کفار پر جہنم کی دہشت** یعنی مارے دہشت کے کھڑے سے گر پڑینگے اور چین سے بیٹھ بھی نہ سکیں گے۔ یہی ہوا گھٹنوں پر گرنا

(۸۵) یعنی منکرین کے ہر فرقہ میں جو زیادہ بدمعاش، سرکش، اور اکڑباز تھے، اُنہیں عام مجرموں سے علیحدہ کر لیا جائیگا پھر اُن میں بھی جو بہت زیادہ سزا کے لائق اور دوزخ کا حقدار ہوگا وہ خدا کے علم میں ہے اُس کو دوسرے مجرموں سے پہلے آگ میں جھونکا جائیگا۔

وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا وَّنَذَرُ الظَّالِمِينَ

اور کوئی نہیں تم میں جو نہ پہنچے گا اس پر ہو چکا یہ وعدہ تیرے رب پر لازم مقرر پھر بچائیں گے اُن کو جو ڈرتے رہے اور چھوڑ دینگے گنہگاروں کو اس

فِيهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَيُّ الْفَرِيقَيْنِ

میں اوندھے گرے ہوئے ف۸۶ اور جب سنائے اُن کو ہماری آیتیں کھلی ہوئی کہتے ہیں جو لوگ کہ منکر ہیں ایمان والوں کو دونوں فرقوں میں کس

خَيْرٌ مَّقَامًا وَأَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿٧٣﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن قَرْنٍ هُمْ أَحْسَنُ أَثَاثًا وَرِئْيًا ﴿٧٤﴾ قُلْ

کا مکان بہتر ہے اور کس کی اچھی لگتی ہے مجلس ف۸۷ اور کتنی ہلاک کر چکے ہم پہلے اُن سے جماعتیں وہ اُن سے بہتر تھے سامان میں اور نمود میں ف۸۸ تو کہہ

مَن كَانَ فِي الضَّلَالَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمَٰنُ مَدًّا ۚ حَتَّىٰ إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ إِمَّا الْعَذَابَ وَإِمَّا

جو رہا بھٹکتا سو چاہیئے اُسکو کھینچ لیجائے رحمٰن لمبا ف۸۹ یہاں تک کہ جب دیکھیں گے جو وعدہ ہوا تھا اُن سے یا آفت اور یا

السَّاعَةَ ۚ فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضْعَفُ جُندًا ﴿٧٥﴾

قیامت سو تب معلوم کر لینگے کس کا برا ہے مکان اور کس کی فوج کمزور ہے ف۹۰

ف۸۶ گمراہی میں۔ ف۸۷ سوجھی ہوؤں کو سجھائی ہوؤں کو۔

Brought To You By www.e-iqra.info

الجھ کر دوزخ میں گر پڑیں گے (العیاذ باللہ) پھر کچھ مدت کے بعد اپنے اپنے عمل کے سوا نیز انبیاء، ملائکہ اور صالحین کی شفاعت سے، اور آخر میں براہ راست ارحم الراحمین کی مہربانی سے وہ سب گنہگار جنہوں نے سچے اعتقاد کے ساتھ کلمہ پڑھا تھا، دوزخ سے نکالے جائینگے صرف کافر باقی رہ جائیں گے اور دوزخ کا مُنہ بند کر دیا جائیگا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ کی آگ میں ہر شخص کو داخل کیا جائیگا مگر صالحین پر وہ آگ بَرد و سلام بن جائے گی۔ وہ بے کھٹکے اُس میں سے گذر جائیں گے۔ واللہ اعلم۔ امام فخرالدین رازی نے اپنی تفسیر میں اس دخول کی بہت سی حکمتیں بیان کی ہیں۔ فلیراجع۔

(۸۷) **قرآن کریم پر کفّار کا استہزاء** یعنی کفار قرآن کی آیتیں سُن کر جن میں اُن کا بُرا انجام بتلایا گیا ہے ہنستے ہیں اور بطور استہزاء و تفاخر غریب مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تمہارے زعم کے موافق آخرت میں جو کچھ پیش آئیگا دونوں فریق کی موجودہ حالت اور دنیوی پوزیشن پر منطبق نہیں ہوتا۔ کیا آج ہمارے مکانات، فرنیچر، اور بود و باش کے سامان تم سے بہتر نہیں اور ہماری مجلس (یا سوسائٹی) تمہاری سوسائٹی سے معزز نہیں۔ یقیناً ہم جو تمہارے نزدیک باطل پر ہیں، تم اہل حق سے زیادہ خوشحال اور جتھے والے ہیں۔ جو لوگ آج ہم سے خوف کھا کر کوہ صفا کی گھاٹی میں نظر بند ہوں، کیا گمان کیا جا سکتا ہے کہ کل وہ چھلانگ مار کر جنت میں جا پہنچیں گے؟ اور ہم دوزخ میں پڑے جلتے رہیں گے؟

(۸۸) **پچھلی قوموں کی ہلاکت سے عبرت** یہ اُن کی بات کا جواب دیا کہ پہلے ایسی بہت قومیں گذر چکی ہیں۔ جو دنیا کے ساز و سامان اور شان و نمود میں تم سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھیں۔ لیکن جب انھوں نے انبیاء کے مقابلہ میں سرکشی کی اور تکبر و تفاخر کو اپنا شعار بنالیا، خدا تعالیٰ نے اُن کی جڑ کاٹ دی اور دنیا کے نقشہ میں اُن کا نشان بھی باقی نہ رہا پس آدمی کو چاہئے کہ دنیا کی فانی ٹیپ ٹاپ اور عارضی بہار سے دھوکہ نہ کھائے۔ عموماً متکبر دولتمند ہی حق کو ٹھکرا کر نہنگ ہلاکت کا لقمہ بنا کرتے ہیں۔ مال اولاد یا دنیوی خوشحالی مقبولیت اور حُسن انجام کی دلیل نہیں۔

(۸۹) **دنیا میں عمل کی آزادی** یعنی جو خود گمراہی میں جا پڑا، اُسے گمراہی میں جانے دے۔ کیونکہ دنیا جانچنے کی جگہ ہے۔ یہاں ہر ایک کو عمل کی فی الجملہ آزادی دی گئی ہے۔ خدا تعالیٰ کی عادت اور حکمت کا اقتضاء یہ ہے کہ جو اپنے کسب و ارادہ سے کوئی راستہ اختیار کر لے اُس کو نیک و بد سے خبردار کر دینے کے بعد اُسی راستہ پر چلنے کے لئے ایک حد تک آزاد چھوڑ دے۔ اِسی لئے جو بدی کی راہ چل پڑا اُس کے حق میں دنیا کی مرفہ الحالی اور درازی عمر وغیرہ تباہی کا پیش خیمہ سمجھنا چاہئے نیک و بد یہاں رلے ملے ہیں۔ آخرت میں پوری طرح جُدا ہونگے۔ اصلی بھلائی بُرائی وہاں ملیگی۔

(۹۰) **کفّار کو تنبیہ** یعنی کفّار مسلمانوں کو ذلیل و کمزور اور اپنے کو معزز و طاقتور سمجھتے ہیں۔ اپنے عالیشان محلات اور بڑی بڑی فوجوں اور جتھوں پر اتراتے ہیں۔ کیونکہ خدا نے ابھی اُن کی باگ ڈھیلی چھوڑ رکھی ہے جس وقت گلا دبایا جائیگا خواہ دنیوی عذاب کی صورت میں یا قیامت کے بعد، تب پتہ لگیگا کہ کس کا مکان بُرا ہے اور کس کی جمعیت کمزور ہے۔ اُس موقع پر تمہارے سامان اور لشکر کچھ کام نہ آئیں گے۔

وَيَزِيدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ۗ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿۷۶﴾ اَفَرَءَيْتَ

اور بڑھاتا جاتا ہے اللہ سوجھنے والوں کو سوجھ ف۹۱ اور باقی رہنے والی نیکیاں بہتر رکھتی ہیں تیرے رب کے یہاں بدلہ اور بہتر پھر جانیکو جگہ ف۹۲ بھلا تو نے دیکھا

الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۷۷﴾ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ

اُس کو جو منکر ہوا ہماری آیتوں سے اور کہا مجھ کو مل کر رہیگا مال اور اولاد ف۹۳ کیا جھانک آیا ہے غیب کو یا لے رکھا ہے رحمٰن سے

Brought To You By www.e-iqra.info

عَهْدًا ﴿۷۸﴾ كَلَّا ۚ سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿۷۹﴾ وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا ﴿۸۰﴾

عہد ف۹۴ یہ نہیں ہم لکھ رکھیں گے جو وہ کہتا ہے اور بڑھاتے جائینگے اس کو عذاب میں لمبا ف۹۵ اور ہم لے لینگے اُسکی مرنے پر جو کچھ وہ بتلا رہا ہے اور آئیگا ہماری پاس اکیلا ف۹۶

وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لِيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا ۚ سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ

اور پکڑ رکھا ہے لوگوں نے اللہ کے سوا اوروں کو معبود تاکہ وہ ہوں اُن کے لئے مدد ہرگز نہیں ف۹۷ وہ منکر ہونگے اُن کی بندگی سے اور ہو جائیں گے

عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿۸۲﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّا أَرْسَلْنَا الشَّيَاطِينَ عَلَى الْكَافِرِينَ تَؤُزُّهُمْ أَزًّا ﴿۸۳﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۖ ع ۸ ۱۷ ۵

اُن کے مخالف ف۹۸ تو نے نہیں دیکھا کہ ہمنے چھوڑ رکھے ہیں شیطان منکروں پر اُچھالتے ہیں اُنکو اُبھار کر سو تو جلدی نہ کر اُن پر

إِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿۸۴﴾ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَٰنِ وَفْدًا ﴿۸۵﴾ وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ

ہم تو پوری کرتے ہیں اُن کی گنتی ف۹۹ جس دن ہم اکٹھا کر لائینگے پرہیزگاروں کو رحمٰن کے پاس مہمان بلائے ہوئے اور ہانک لیجائینگے گنہگاروں کو دوزخ کی طرف پیاس

وِرْدًا ﴿۸۶﴾ لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا ﴿۸۷﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَٰنُ وَلَدًا ﴿۸۸﴾ وقف لازم وقف لازم

سے ف۱۰۰ نہیں اختیار رکھتے لوگ سفارش کا مگر جس نے لے لیا ہو رحمٰن سے وعدہ ف۱۰۱ اور لوگ کہتے ہیں رحمٰن رکھتا ہے اولاد ف۱۰۲

لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ﴿۸۹﴾ تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿۹۰﴾ أَنْ

بیشک تم آپھنسے ہو بھاری چیز میں ایسی آسمان پھٹ پڑیں اس بات سے اور ٹکڑے ہو زمین اور گر پڑیں پہاڑ ڈھے کر اس پر کہ

دَعَوْا لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدًا ﴿۹۱﴾ وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمَٰنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾

پکارتے ہیں رحمٰن کے نام پر اولاد ف۱۰۳ اور نہیں پھبتا رحمٰن کو کہ رکھے اولاد ف۱۰۴

(۹۱) **مومنین کی ہدایت میں زیادتی** | یعنی جیسے گمراہوں کو گمراہی میں لمبا چھوڑ دیتا ہے، اُن کے بالمقابل سوجھ بوجھ کر راہ ہدایت اختیار کر لیں اُن کی سوجھ بوجھ اور فہم و بصیرت کو اور زیادہ تیز کر دیتا ہے جس سے وہ حق تعالیٰ کی خوشنودی کے راستوں پر بگٹٹ اُڑے چلے جاتے ہیں۔

(۹۲) یعنی دنیا کی رونق رب کے ہاں کام کی نہیں نیکیاں سب رہیں گی اور دنیا نہ رہے گی۔ آخرت میں ہر نیکی کا بہترین بدلہ اور بہترین انجام ملیگا۔

(۹۳) **ایک مسلمان مزدور اور کافر کا واقعہ** | یعنی کفر کے باوجود آپ نے یہ جرأت دیکھی، ایک کافر مالدار ایک مسلمان لوہار کو کہنے لگا تو مسلمانی سے منکر ہو تو تیری مزدوری دوں۔ اُس نے کہا اگر تو مرے اور پھر جیے تو بھی میں منکر نہ ہوں۔ اُس نے کہا اگر مر کر پھر جیونگا تو یہ ہی مال و اولاد وہاں بھی ہوگا، تجھ کو مزدوری وہاں دیدونگا۔ اُس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی وہاں دولت ملتی ہے ایمان سے، کافر چاہے کہ یہاں کی دولت وہاں ملے، یا کفر کے باوجود اُخروی عیش و تنعم کے مزے اُڑائے۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔

(۹۴) **کافر کا دعویٰ بے بنیاد ہے** | یعنی ایسے یقین و وثوق سے جو دعویٰ کر رہا ہے کیا غیب کی خبر پالی ہے؟ یا خدا سے کوئی وعدہ لے چکا ہے؟ ظاہر ہے کہ دونوں میں سے ایک بات بھی نہیں۔ ایک گندے کافر کی کیا بساط کہ وہ اس طرح کی غیبیات تک رسائی حاصل کر لے؟ رہا خدا کا وعدہ، وہ ان لوگوں سے ہو سکتا ہے جنہوں نے اپنا عہد پورا کر کے "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" اور عمل صالح کی امانت خدا کے پاس رکھ دی ہے

(۹۵) یعنی یہ قول بھی شامل مسل کر لیا جائیگا اور مال و اولاد کی جگہ اُس کی سزا بڑھا دیجائیگی۔

(۹۶) **قیامت میں اکیلا آئیگا** | "جو بتلا رہا ہے" یعنی مال اور اولاد۔ چنانچہ اُس کافر کے دونوں بیٹے مسلمان ہوئے (کذا فی الموضح) یا یہ

لہ اُبھار اُٹھار

Brought To You By www.e-iqra.info

مطلب ہے کہ یہ چیزیں اُس سے الگ کر لی جائیں گی قیامت میں اکیلا حاضر ہوگا نہ مال کام آئیگا نہ اولاد ساتھ دیگی۔

(۹۷) یعنی مال و اولاد سے بڑھ کر اپنے جھوٹے معبودوں کی مدد کے اُمیدوار ہیں کہ وہ اُن کو خدا کے ہاں بڑے بڑے درجے دلائیں گے۔ حالانکہ ہرگز ایسا ہونیوالا نہیں۔ محض سودائے خام ہے جو اپنے دماغوں میں پکا رہے ہیں۔

(۹۸) یعنی وہ معبود مدد تو کیا کرتے، خود ان کی بندگی سے بیزار ہونگے۔ اور اُن کے مدّمقابل ہو کر بجائے عزّت بڑھانے کے اور زیادہ ذلّت و رسوائی کا سبب بنیں گے۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا۔ "وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ" (الاحقاف رکوع ۱)

(۹۹) اللہ کی طرف سے کفّار کو ڈھیل یعنی شیطان انہی بدبختوں کو گمراہی کا بڑھاوا دیتا اور انگلیوں پر نچاتا رہتا ہے۔ جنہوں نے خود کفر و انکار کا شیوہ اختیار کر لیا۔ اگر ایسے اشقیاء شیطان کی تحریص و اغواء سے گمراہی میں لپٹے جائیں تو جانے دیجئے، آپ اُن کی سزا دہی میں جلدی نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی باگ ڈھیلی چھوڑ رکھی ہے، تا اُن کی زندگی کے گنے ہوئے دن پورے ہو جائیں۔ اُن کی ایک ایک سانس، ایک ایک لحہ اور ایک ایک عمل ہمارے یہاں گنا جا رہا ہے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ حرکت بھی ہمارے احاطہ علمی اور دفاتر اعمال سے باہر نہیں ہو سکتی۔ تمام عمر کے اعمال ایک ایک کر کے اُن کے سامنے رکھ دیے جائیں گے۔

(۱۰۰) کفّار پیاسے ہانکے جائیں گے جس طرح ڈھور ڈنگر پیاس کی حالت میں گھاٹ کی طرف جاتے ہیں اُسی طرح مجرموں کو دوزخ کے گھاٹ اُتارا جائیگا۔

(۱۰۱) مومنین کی شفاعت یعنی جن کو اللہ تعالیٰ نے شفاعت کا وعدہ دیا مثلاً ملائکہ، انبیاء، صالحین وغیرہم، وہ ہی درجہ بدرجہ سفارش بھی اُن ہی لوگوں کی کر سکیں گے جن کے حق میں سفارش کئے جانے کا وعدہ دے چکے۔ کافروں کے لئے شفاعت نہ ہوگی۔

(۱۰۲) اللہ کے لئے اولاد کا بہتان بہت آدمیوں نے تو غیر اللہ کو معبود ہی ٹھہرایا تھا، لیکن ایک جماعت وہ ہے جس نے خدا تعالیٰ کے لئے اولاد تجویز کی۔ مثلاً نصاریٰ نے مسیح کو۔ بعض یہود نے عزیر کو بیٹا کہا۔ اور بعض مشرکین عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ العیاذ باللہ۔

(۱۰۳) یہ عقیدہ شدید گستاخی ہے یعنی یہ ایسی بھاری بات کہی گئی اور ایسا سخت گستاخانہ کلمہ منہ سے نکالا گیا جسے سُنکر اگر آسمان زمین اور پہاڑ مارے ہول کے پھٹ پڑیں اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں تو کچھ بعید نہیں۔ اس گستاخی پر اگر غضب الٰہی بھڑک اُٹھے تو عالم تہ و بالا ہو جائے اور آسمان و زمین تک کے پرخچے اُڑ جائیں۔ محض اُس کا حلم مانع ہے کہ ان بیہودگیوں کو دیکھ کر دنیا کو ایک دم تباہ نہیں کرتا۔ جس خداوند قدوس کی توحید پر آسمان، زمین، پہاڑ، غرض ہر علوی و سفلی چیز شہادت دے رہی ہے، انسان کی یہ جسارت کہ اُس کے لئے اولاد کی احتیاج ثابت کرنے لگے۔ العیاذ باللہ۔

(۱۰۴) اُس کی شان تقدیس و تنزیہہ اور کمال غناء کے منافی ہے کہ وہ کسی کو اولاد بنائے۔ نصاریٰ جس غرض کے لئے اولاد کے قائل ہوئے ہیں یعنی کفارہ کا مسئلہ، خدا تعالیٰ کو "رحمان" مان کر اُس کی ضرورت نہیں رہتی۔

اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ وَ

کوئی نہیں آسمان اور زمین میں جو نہ آئے رحمٰن کا بندہ ہو کر ف۱۰۵ اُس کے پاس اُن کی شمار ہے اور گن رکھی ہے اُنکی گنتی اور

كُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ

ہر ایک آئیں آئیگا اُس کے سامنے قیامت کے دن اکیلا ف۱۰۶ البتہ جو یقین لائے ہیں اور کی ہیں اُنہوں نے نیکیاں اُن کو دیگا رحمٰن

وُدًّا ﴿۹۶﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿۹۷﴾ وَكَمْ

محبت ف۱۰۷ سو ہمنے آسان کر دیا یہ قرآن تیری زبان میں اسی واسطے کہ خوشخبری سنادے تو ڈر والوں کو اور ڈرا دے جھگڑالو لوگوں کو ف۱۰۸ اور بہت

Brought To You By www.e-iqra.info

اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿۹۸﴾ ع

ہلاک کرچکے ہم اُن سے پہلے جماعتیں آہٹ پاتا ہے تو اُن میں کسی کی یا سنتا ہے اُن کی بھنک ف۱۰۹

(۱۰۵) یعنی سب خدا کی مخلوق اور اس کے بندے ہیں اور بندے ہی بن کر اُس کے سامنے حاضر ہونگے پھر بندہ بیٹا کیسے ہو سکتا ہے؟ اور جس کے سب محکوم و محتاج ہوں اُسے بیٹا بنانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

(۱۰۶) **اس کی بندگی سے کوئی باہر نہیں** یعنی ایک فرد بشر بھی اس کی بندگی سے باہر نہیں ہو سکتا۔ سب کو خدا کے سامنے جریدہ حاضر ہونا ہے۔ اُس وقت تمام تعلقات اور ساز و سامان علیحدہ کر لئے جائیں گے۔ فرضی معبود اور بیٹے پوتے کام نہ دیں گے۔

(۱۰۷) **مقبول مومنین کی علامات** یعنی ان کو اپنی محبت دے گا، یا خود اُن سے محبت کرے گا، یا خلق کے دل میں اُن کی محبت ڈالے گا احادیث میں ہے کہ جب حق تعالیٰ کسی بندہ کو محبوب رکھتا ہے تو اوّل جبریل کو آگاہ کرتا ہے کہ میں فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں تو بھی کر، وہ آسمانوں میں اس کا اعلان کرتے ہیں۔ آسمانوں سے اُترتی ہوئی اُس کی محبت زمین پر پہنچ جاتی ہے اور زمین والوں میں اُس بندہ کو حسن قبول حاصل ہوتا ہے۔ یعنی بے تعلق لوگ جن کا کوئی خاص نفع و ضرر اُس کی ذات سے وابستہ نہ ہو، اُس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ لیکن اس قسم کے حسن قبول کی ابتداء مومنین صالحین اور خدا پرست لوگوں سے ہوتی ہے اُن کے قلوب میں اوّل اس کی محبت ڈالی جاتی ہے بعدہٗ قبول عام حاصل ہو جاتا ہے۔ ورنہ ابتداءً محض طبقہ عوام میں حسن قبول حاصل ہونا اور بعد میں بعض خدا پرست صالحین کا بھی کسی غلط فہمی وغیرہ سے اُس کی طرف جھکنا، مقبولیت عنداللہ کی دلیل نہیں۔ خوب سمجھ لو (تنبیہ) یہ آیت مکّی ہے اور مکہ میں جن مسلمانوں سے یہ وعدہ کیا گیا تھا، تھوڑے دنوں بعد ایسی طرح پورا ہوا کہ دنیا حیرت زدہ ہو گئی۔ حق تعالیٰ نے اُن کی وہ محبّت و الفت اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کر دی جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

(۱۰۸) **قرآن کی بشارت اور انذار** یعنی قرآن کریم نہایت سہل و صاف زبان میں کھول کھول کر پرہیزگاروں کو بشارت سُناتا اور جھگڑالو لوگوں کو بدکرداریوں کے خراب نتائج سے خبردار کرتا ہے۔

(۱۰۹) **پچھلی قوموں کا بے نشان ہونا** یعنی کتنی ہی بدبخت قومیں اپنے جرائم کی پاداش میں ہلاک کی جا چکیں۔ جن کا نام و نشان صفحۂ ہستی سے مٹ گیا۔ آج اُن کے پاؤں کی آہٹ یا اُن کی لن ترانیوں کی ذرا سی بھنک بھی سنائی نہیں دیتی۔ پس جو لوگ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے برسرِ مقابلہ ہو کر آیات اللہ کا انکار و استہزاء کر رہے ہیں، وہ بے فکر نہ ہوں۔ ممکن ہے اُن کو بھی کوئی ایسا ہی تباہ کن عذاب آگھیرے جو چشم زدن میں تہس نہس کر ڈالے۔

تمّ سورۂ مریم بحسنِ توفیقہٖ و نصرہٖ فلہ الحمد والمنّۃ۔

Brought To You By www.e-iqra.info